ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

امتحان وفا

انگلستان کے مایۂ ناز شاعر لارڈ ٹینسن کے
ایک بے نظیر افسانے کا اردو ترجمہ
انگریزی شاعری اور افسانہ نگاری کا ایک
اعلیٰ نمونہ

مترجمہ

سید مسعود حسن۔ بی۔ اے ادیب

باہتمام منشی حامد حسین
یونانی دواخانہ پریس الٰہ آباد میں چھپا

معذرت

ٹینسن کا کلام اور اُردو میں ترجمہ پھر ترجمہ کرنے والا ایں۔ زبان انگریزی کے سامنے اُردو کی کیا بساط اور ٹینسن سے ماہر لفظ و معنی کے آگے میری کیا حقیقت حیران ہوں کہ اُردو میں انگریزی کی سی وسعت کہاں سے لاؤں اور انتخاب الفاظ میں ٹینسن کیونکر بنجاؤں کہ ایک ایک لفظ سے ایک ایک تصویر کھنچ جائے اور کوزے میں دریا نظر آئے۔ صاف گوئی کہتی ہے کہ جو ہو نہ سکے اُسکی ہوس کیوں کیجائے۔ اپنی زبان کو سنوارنے کا شوق جواب دیتا ہے کہ مجھسے تو نہیں ہو سکتا کہ ایسا گوہر بے بہا ہاتھ آئے اور مَیں اُسے اُردو کے دامن میں ٹانک نہ دوں ممکن ہے کہ میرے گرد آلود ہاتھوں سے اس موتی کی آب میں فرق آگیا ہو مگر کیا عجب ہے کہ ادبی جواہر کے پرکھنے والوں کو کہیں کہیں اسکی اصلی چمک دمک نظر آجائے۔ بہرحال یہ تصفیہ تو حق پسند ناظرین کرینگے کہ اس سے لباس اُردو کی خوشنمائی میں کچھ اضافہ ہوا یا میری یہ کوشش نادان کی دوستی کا مصداق ٹھہری۔ میرے اطمینان کے لئے حُسن نیت کا ثواب کافی ہے۔

مترجم

گزارش

لفظی ترجمے کی خواہش اور سادگیٔ زبان کا خیال یہ دو زنجیریں قلم کے پاؤں میں نہ ہوتیں تو اُسے چلنے میں آسانی ہوتی اور شاید رفتار میں دلاویزی زیادہ ہوتی۔ آپ کہیں گے کہ آخر یہ دوہری بیڑیاں پہنکر چلنا کیا ضرور تھا۔ ممکن ہے کہ قلم کو اپنی طاقت رفتار کی آزمایش بھی منظور ہو اور وہ اس اخلاقی افسانے کو نوعمروں اور کم سوادوں تک پہُنچانا بھی ضروری سمجھتا ہو۔ بہر حال آپ کو یہ قیدیں پسند ہوں یا نہوں آپ یہ چھوٹی سی کتاب ایک دفعہ تنقیدی نظر سے پڑھ ضرور لیجئے یہی میری محنت کا صلہ ہوگا۔

اتنی گزارش اور ہے کہ اس افسانے کے صرف واقعات ہی توجہ کے مستحق نہیں ہیں۔ الفاظ پر بھی خاص طور پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ مصنف کبھی بعض الفاظ کی تکرار سے کوئی گذشتہ واقعہ یا منظر پیش نظر کرنا چاہتا ہے۔ کبھی ایک جملہ دوبارہ لکھکر پوری تقریر یاد دلاتا ہے اسکے علاوہ اس قصے میں ایسے موقع بھی ہیں کہ جو کچھ مُنہ سے نکل گیا وہی ہوا بھی مگر یہ کمال افسانہ نویس ناظرین کو ادھر متوجہ نہیں کرتا چپکے آگے بڑھ جاتا ہے اور اسطرح وہ زبان خاموشی سے گویا یہ کہتا ہے کہ جو بات بعد کو پیشین گوئی نکلی وہ بالارادہ نہیں کہی گئی تھی۔ اثنائے گفتگو میں بلا قصد زبان پر آگئی تھی۔ کسی نے سچ کہا ہے "خموشی معنٔے دارد کہ در گفتن نمی آید"۔

شروع کی چند سطروں میں جو منظر دکھایا گیا ہے اُسے ذہن نشین کرلینا بھی ضروری ہے۔ قصے میں کئی جگہ اُس منظر یا اسکے کسی جزو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مترجم

دیباچہ

ٹینسن کی شاعری۔ یہ مختصر کتاب ایک انگریزی افسانے کا ترجمہ ہے جو لارڈ ٹینسن نے ۱۸۶۴ء میں نظم کیا تھا۔ انگلستان کے شعرائے متاخرین میں ٹینسن کا کلام سب سے زیادہ مقبول ہوا۔ دربار شاعری سے قبول عام کی سند انھیں باکمالوں کو ملتی ہے جنکا طرز ادا سادہ اور دلفریب ہو۔ مضامین عام فہم اور خاص پسند ہوں۔ کلام میں صفائی اور روانی ہو۔ لفظوں کی ترکیب میں جدت ہو۔ تشبیہوں اور استعاروں میں ندرت ہو۔ ٹینسن کے کلام میں یہ سب صفتیں موجود ہیں۔ ایک بات اور بھی ہے جس نے اس باکمال کو ہر دل عزیز بنانے میں ضرور مدد دی ہوگی وہ یہ کہ اس کی شاعری میں عالم خیال کی جو نیرنگیاں دکھائی گئی ہیں اور واردات قلبی کی جو تصویریں کھینچی گئی ہیں وہ بیشتر ایسی ہیں کہ ہر طرح کے لوگ ان کو کم و بیش محسوس کر سکتے ہیں۔ ٹینسن اُن جذبات سے کوئی سروکار نہیں رکھتا جو کسی طبقے کے ساتھ مخصوص ہوں۔ انسانی فطرت کا بھی وہ بڑا ماہر ہے اور ہر قدم پر اسکی پیروی کا لحاظ رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جذبات اور احساسات کے اظہار میں وہ حدود مناسب سے تجاوز نہیں کرتا۔ ٹینسن جذبات کا وہ طوفان وہ زور شور نہیں دکھاتا جو زمانہ جاہلیت کے خصوصیات سے ہے اسکے کلام میں ایک

صوفیانہ سادگی اور ایک عالمانہ متانت ہے۔ ٹینسن ایک باکمال مصور بھی ہے۔ وہ قدرتی منظروں کی سچی اور دلکش تصویریں کھینچتا ہے اور سچائی میں دلکشی پیدا کرنا ہی شاعر کا کمال ہے۔

اس نظم کی خصوصیتیں۔ (۲) جس منظوم افسانے کا ترجمہ اسوقت پیش نظر ہے وہ بھی ایک آئینہ ہے جسمیں اسی کمال کے جوہر جھلکا رہے ہیں۔ شاعر نے اپنے کلام کو نہ لفظی صنعتوں کا زیور پہنایا ہے نہ اسکے چہرے پر مبالغہ کا غازہ ملا ہے یہ نظم حُسن خداداد کا نمونہ ہے کہ اس کی ایک سادگی پر ہزار بناؤ نثار ہیں۔ اس افسانے میں واقعات بھی کچھ عجیب و غریب نہیں کہ انکی ندرت ہی دل کھینچتی مگر ٹینسن کے انداز بیان میں ایک سحر ہے۔ معمولی سے معمولی بات بھی اسکے قلم سے کچھ ایسی ادا کے ساتھ نکلتی ہے کہ اہل نظر دل ہی دل میں مزہ لیتے ہیں۔ انتخاب الفاظ بھی ٹینسن کا حصہ ہے۔ معنویت کے لحاظ سے دیکھو تو ہر ہر لفظ انتقال ذہنی کا ایک طلسم ہے دو دو چار چار لفظوں میں قدرتی منظروں کی تصویریں۔ واقعات کی مجسم مورتیں آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتی ہیں۔ خوبصورتی اور حُسن ترتیب پر نظر کرو تو الفاظ کیا ہیں جواہر ہیں کہ ایک سلیقہ مند جوہری نے موقع موقع سے جڑ دیے ہیں۔ ٹینسن نے واقعات کے بیان میں انتہا کا اختصار ملحوظ رکھا ہے۔ تھوڑی عبارت میں بہت مطلب ادا کرنا یوں تو ہمیشہ

مشکل ہے مگر حیرت تو جب ہوتی ہے کہ اختصار میں توضیح سے زیادہ وضاحت
ہو اور یہی حیرت خیز اختصار اس افسانے کی سب سے نمایاں خصوصیت ہے
نہ کوئی طولانی مکالمہ ہے۔ نہ کسی واقعے کے متعلق اپنی رائے کا اظہار ہے۔ نہ
جذبات کو برانگیختہ کرنے کی کوشش ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سطح بین
آنکھوں کے لئے یہ اختصار اس قصے کے چہرے پر ایک پردہ سا ڈال دیتا ہے
کہ اس کے خط و خال پورے طور پر نہیں دکھائی دیتے مگر تنقید کی نظر اور
تخئیل کی نگاہ میں یہی اختصار ایک خوشنما لباس بنکر قصے کے حسن کو اور چمکاتا ہے۔

افسانے کے اشخاص

(۳) گدڑی میں لعل بھی ہوتے ہیں۔ ادنیٰ طبقے کے لوگوں
میں اعلیٰ خیالات والے بھی ہوتے ہیں۔ اس افسانے میں ایسے ہی لوگوں کا
ذکر ہے۔ قصے کا ہیرو اینک آرڈن ہے تو ایک غریب ملّاح قسمت بھی
کچھ اچھی لیکر نہیں آیا ہے مگر اسکے خیالات بلندی اور استواری میں گویا
پہاڑ ہیں کہ حوادث کی آندھیاں سر ٹکرا ٹکرا کر رہ جاتی ہیں اور انھیں جنبش تک
نہیں ہوتی۔ بیچارے کی دکھ بھری زندگی پر غور تو کرو کوئی دوسرا ہوتا تو
ایسی مصیبتوں سے گھبرا جاتا۔ کبھی قسمت کو کوستا۔ کبھی خدا سے شکوہ کرتا کبھی
اپنے ابنائے جنس سے بگڑتا مگر اینک کا تحمّل و استقلال گویا حادثات
زمانہ پر ہنستا ہے۔ اینی وفاشعاری اور شوہر پرستی کی مورت ہے تو فلپ
حق پسندی اور نیک نفسی کا مجسمہ۔ اینی نے فلپ کا خطبہ نامنظور کرکے

اینک آرڈن کے ساتھ شادی کر لی۔ فلپ کے دل پر سخت چوٹ لگی لیکن اُسے نہ اینی سے کوئی شکایت ہے اور نہ اینک سے رقیبانہ عداوت۔ ہاں وہ اِن دونوں سے کنارہ کش ضرور ہو جاتا ہے اور اگر اتنا اثر بھی نہ لیتا تو شاید اسکا شمار فرشتوں میں ہوتا۔

قصّے کا اخلاقی اثر۔ (۴) قصّے کا آخری حصّہ اینک کی واپسی سے اسکی موت تک نہایت پر درد ہے۔ بیچارہ اینک دس برس کے بعد وطن واپس آیا ہے۔ دل میں بیوی بچّوں کی دید کا اشتیاق ایک سیلاب کی طرح اُمنڈ رہا ہے مگر جب اپنے گھر پر پہنچتا ہے تو مکان کو خالی پاتا ہے۔ دروازے پر مکان کے بکنے کا اشتہار لگا ہوا دیکھتا ہے۔ اسکے بعد اسے خبر ملتی ہے کہ اسکا پُرانا رقیب فلپ اسکے اہل و عیال اسکے گھر بار کا مالک بن بیٹھا ہے۔ پھر فلپ کے گھر میں وہ چہل پہل دیکھتا ہے جو اسکے خانۂ دل کی ویرانی کی ضد تھی اور پھر اسکا وہ عہد جسکا تصوّر ایک زکی الحس انسان کے رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ کوئی معمولی شاعر ہوتا تو وہ اِن واقعات کے دردناک پہلو کو اِتنا اُبھارتا کہ ایک سخت دل ناظر بھی رو دیتا اور وہ اسی کو اپنی کامیابی سمجھتا مگر ٹینیسن کچھ ایسا اندازِ بیان اختیار کرتا ہے کہ افسانہ ختم کرتے وقت پڑھنے والوں کی آنکھوں میں آنسو ہوں یا نہوں۔ مگر دل میں درد۔ طبیعت میں گداز۔ خیالات میں بلندی اور اخلاق میں استواری ضرور ہوتی ہے۔

"ادیب" نوتنوی

(اصل کتاب پڑھنے سے پہلے دیباچہ ضرور پڑھ لیجئے)

(۱)

پتھریلی چٹانوں کی قطاریں دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ان قطاروں میں شگاف ہو کر ایک درّہ سا بنگیا ہے جسمیں پھین اور زرد رنگ کی بالو ملتی ہے۔ اُس پار ایک تنگ گھاٹ کے اردگرد سُرخ چھتوں کا ایک بے ترتیب مجموعہ ہے اِسکے آگے ایک ٹوٹا پھوٹا گرجا ہے۔ اور آگے بڑھ کر ایک بڑی لمبی سڑک اوپر کو چڑھتی ہوئی ایک بلند ستون والی پن چکی[1] کے کارخانے کو جاتی ہے۔ اسکے پیچھے بھورے رنگ کا ایک سر بہ فلک ٹیلہ ہے جس پر اہل ڈنمارک[2] کی قبروں کے تودے[3] ہیں اس ٹیلے کے ایک پیالہ نما نشیب میں ہیزل[4] کے درختوں کا ہرا بھرا جنگل ہے جو موسم خزاں میں پھل

---

[1] عام محاورے کے مطابق "پن چکی" لکھا گیا ورنہ "ہوا چکی" لکھنا زیادہ صحیح تھا اسلئے کہ مُراد وہی چکی ہے جو ہوا کے زور سے چلتی تھی۔ اس میں بیچ میں ایک ستون ہوتا تھا جس میں کئی بادبان لگے ہوتے تھے۔ ان بادبانوں میں ہوا بھرنے سے چکی گھومتی تھی۔

[2] ڈنمارک (Denmark) یورپ کے ایک چھوٹے سے ملک کا نام ہے۔ یہاں کے باشندوں نے قدیم زمانے میں انگلستان پر حملے کئے تھے۔ یہ قبریں انھیں حملہ آوروں کی تھیں

[3] پرانے زمانے میں قبروں پر اونچے اونچے ٹیلے کھڑے کر دئے جاتے تھے۔ یورپ کے بعض ملکوں میں یہ طریقہ آٹھویں صدی عیسوی تک رائج رہا۔

[4] ہیزل بیائے مجہول (Hazel) ولایت کے ایک درخت کا نام ہے۔ اسکے پھل میں سے جو گری نکلتی ہے اسکا مزا کچھ اخروٹ کا سا ہوتا ہے۔

چھننے والوں سے بھرا رہتا ہے۔ سمندر کے اس[1] ساحل پر ناکارہ چیزیں۔
کاٹھ کباڑ۔ سخت سخت رسوں کے لچھے۔ مچھلیاں پکڑنے کے کالے کالے
جال۔ زنگ خوردہ لنگر اور غیر مستعمل کشتیاں پڑی رہتی ہیں۔ کوئی سو برس
کی بات ہے کہ اس جگہ تین گھرانوں کے تین بچے کھیلا کرتے تھے۔ ایک
اینی لی جو اس بندرگاہ میں سب سے زیادہ حسین لڑکی تھی۔ دوسرا
فلپ رے جو ایک پن چکی والے کا اکلوتا بیٹا تھا اور تیسرا اینک آرڈن
ایک اُجڈ ملاح کا لڑکا جسکو موسم سرما میں ایک جہاز کی تباہی نے یتیم
کر دیا تھا۔ یہ بچے بالو کے ناپائدار قلعے کھڑے کرتے تھے اور ان پر سے
لہروں کے گزرنے کا تماشا دیکھتے تھے یا ساحل سے ٹکرانے والی سفید
سفید[2] موجوں کے پیچھے اُن سے بچ بچ کر دوڑتے تھے۔ اُن کے پیروں کے
چھوٹے چھوٹے نشان بنجاتے تھے جنکو سمندر کا پانی روزانہ مٹا ڈالا
کرتا تھا۔ ایک چٹان کے نیچے نیچے ایک تنگ غار چلا گیا تھا اسکو
یہ بچے اپنا گھر قرار دیا کرتے تھے۔ ایک دن اینک صاحب خانہ بنتا تھا

---

[1] "اِس ساحل" میں "اِس" کے لفظ کے ظاہر ہوتا ہے کہ جو منظر اوپر دکھایا گیا ہے
وہ سمندر کے کنارے کسی مخصوص مقام پر کھڑے ہونے سے نظر آتا ہے۔
[2] سفید اسلئے کہا کہ کگاروں سے ٹکر کھانے کی وجہ سے ان لہروں پر جھین آجاتا ہے۔

تو دوسرے دن فلپ اور اینی روز گھر کی بیوی رہتی تھی ۔ مگر کبھی کبھی اینگ کئی کئی دن مکان پر قبضہ کئے رہتا تھا اور کہتا تھا "یہ میرا گھر ہے اور یہ میری ننھی بیوی ہے" فلپ بول اُٹھتا تھا "میری بھی باری باری سے"۔ اینگ زیادہ طاقتور تھا اِسلئے اگر آپس میں لڑائی ہو جاتی تھی تو اینگ ہی کی بات رہتی تھی ۔ اُسوقت فلپ کی نیلگوں آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے تھے اور وہ چیخ کر کہتا تھا ۔ "اینگ تمسے مجھکو نفرت ہے" اسپر چھوٹی گھروالی وفور ہمدردی سے رونے لگتی اور کہتی تھی "میرے لئے جھگڑا نہ کرو ۔ میں دونوں[1] کی ننھی بیوی ہوں"۔

—— "(۲)" ——

بچپن کی خوشگوار صبح گذر گئی اور عمر کے چڑھتے ہوئے آفتاب کی نئی حرارت دونوں کو محسوس ہونے لگی ۔ اب دونوں کی نگاہ اُسی ایک لڑکی پر ہے ۔ اینگ تو اپنی محبت کا ذکر بھی کر دیتا تھا مگر فلپ دل ہی دل میں

---

[1] خردسال اینی کا یہ معصومانہ جملہ آگے چلکر ایک پیشین گوئی ثابت ہوتا ہے ۔ کچھ ایسے اتفاقات پیش آتے ہیں کہ وہ فی الحقیقت دونوں کی بیوی ہو جاتی ہے ۔

اسے چاہتا تھا۔ لڑکی بہ ظاہر فلپ پر زیادہ مہربان معلوم ہوتی تھی
مگر حقیقت میں اُسے اینک سے محبت تھی گوکہ وہ خود اس بات سے
ایسی ناواقف تھی کہ اگر کوئی کہتا بھی تو نہ مانتی۔ اینک نے دل میں
یہ ٹھان لیا تھا کہ اپنی آمدنی میں سے جو کچھ بچا سکوں اُسے جمع کر کر کے
خود اپنی کشتی خریدوں اور اینی کے لئے مکان بنواؤں۔ حسن اتفاق
سے یہی ہوا کہ اُس موج زدہ ساحل پر کوسوں تک اینک سے زیادہ
خوش نصیب۔ دلیر اور خطرے کے وقت ہوشیار ماہی گیر دوسرا نہ تھا۔ اُسنے
ایک سال تک ایک تجارتی جہاز پر نوکری بھی کی اور پورا ملّاح بنگیا۔
ساحل سے ٹکرا کر واپس جانے والی موجوں کے خطرناک حملوں سے
تین جانیں بھی بچائیں۔ سب لوگ اُسے اچھّی نظر سے دیکھتے تھے۔ اپنی
اکیسویں سالگرہ سے پہلے ہی اُسنے اپنی ذاتی کشتی خرید لی اور اسی ہِل کو
جانے والی تنگ سڑک کے آدھوں آدھ پر اینی کے لئے ایک چھوٹا سا
صاف اور آرام دہ مکان بھی بنوا لیا۔

"(۳)"
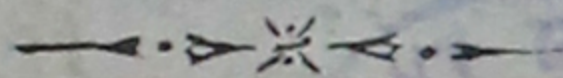
خزاں کا موسم ہے اور شام کا وقت ہے۔ درختوں کے زرد زرد پتوں پر ڈوبتے ہوئے سورج کی شعاعیں پڑنے سے ایک سُنہرا منظر بنگیا ہے۔ نوعمر لڑکے۔ کیا ادنیٰ کیا اعلیٰ۔ تھیلیاں۔ بورے۔ ٹوکریاں لئے ہوئے خوش خوش ہیزل کے جنگل میں پھل چُننے جارہے ہیں۔ **فلپ** کا باپ بستر بیماری پر پڑا ہوا ہے اور **فلپ** اُسکی تیمارداری میں مصروف ہے۔ اسی لئے آج وہ ایک گھنٹہ پچھڑ گیا۔ مگر جب وہ پہاڑی پر چڑھا تو دیکھتا کیا ہے کہ ٹھیک اُس مقام پر جہاں جنگل کا ڈھالو اور ناہموار کنارہ نشیب کی طرف جھکا ہوا ہے۔ **اینک** اور **اینی** دونوں بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ اسکی بڑی بڑی نیلگوں آنکھیں اور اسکا چہرہ جو موسمی تغیرات کے اثر سے سخت ہوگیا تھا محبت کی خاموش اور متبرک آگ سے روشن ہوگیا جو اُسکے دل میں قربان گاہ کی مقدس آگ کی طرح جل رہی تھی۔ **فلپ** نے غور سے دیکھا اور اُن دونوں کی آنکھوں اور چہروں میں اپنا خط تقدیر[۱] پڑھکر ایک

---

[۱] اس مقام پر ایک فقرہ مصلحتاً نظرانداز کردیا گیا ہے۔

آہ کی اور آہستہ آہستہ وہاں سے ہٹ کر ایک چوٹ کھائے ہوئے جانور
کی طرح جنگل کے نشیبوں میں اُتر گیا۔ اور سب لڑکے خوش خوش غل مچاتے
پھرتے تھے مگر **فلپ** اس ناگہانی صدمہ کا مارا زمین پر پڑا ہوا تھا۔ کچھ
دیر بعد وہ اُٹھا اور اپنی ایک عمر کی آرزو دل میں لئے ہوئے چلا گیا۔

غیر پر یہ لطف بیجا ہے تو بندہ جائے ہے
یہ ستم اے بے مروت کس سے دیکھا جائے ہے
مومن

"(۴)"

اینک اور اینی کی شادی ہو گئی۔ خوشی کے گھنٹے بجے اور خوش وقتیوں
میں دن کٹنے لگے۔ صحت۔ فارغ البالی اور باہمی محبت کے ساتھ سات برس
ہنسی خوشی گذر گئے۔ اس زمانے میں یہ لوگ ایمانداری سے اپنا کاروبار
کرتے رہے۔ بچے بھی ہوئے۔ پہلے ایک لڑکی ہوئی جسکی پہلی ہی آواز نے
اینک کے دل میں یہ اعلےٰ خواہش پیدا کر دی کہ اپنی کمائی میں سے کوڑی
کوڑی بچاؤں اور اپنی اور اپنی بیوی کی تعلیم سے بہتر تعلیم اسکو دلاؤں۔ دو برس
بعد ایک لڑکے کی پیدائش نے اس خواہش کی تجدید کی۔ جب تک
اینک باہر رہتا تھا اینی اس گل رخسار کھلونے سے تنہائی میں اپنا دل

پہلاتی تھی کیونکہ اینگ کو اکثر غضبناک سمندر پر رہنا ہوتا تھا اور
خشکی میں سفر کرنا پڑتا تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اینگ کا سفید ٹٹو اور سمندر
کی لوٹ سے بھری ہوئی بید کی ٹوکریاں جنسے دریائی بو نکلتی تھی اور اسکا
چہرہ جو زمستانی ہواؤں سے سخت و سُرخ ہوگیا تھا صرف بازار والے ہی
نہ پہنچانتے تھے بلکہ ٹیلے کے اُس پار خشک پتیوں سے پٹی ہوئی گلیاں
اور زمیندار کا تنہا محل بھی ان سے واقف تھا۔ وہ محل جسکے پھاٹک پر
شیر کے بچے[۲] کی تصویر بنی ہوئی تھی اور جہاں یو[۱] کے طاؤس[۲] نما درخت لگے
ہوئے تھے۔ کیونکہ اینگ ہر جمعے[۳] کو وہاں مچھلیاں پہنچایا کرتا تھا۔

―― ״(۵)״ ――

انسانی چیزوں میں تغیر لازمی ہے پھر یہاں کوئی تغیر کیوں
نہ ہوتا۔ اس چھوٹے بندرگاہ سے دس میل کے فاصلے پر شمال
کی طرف ایک اور بندرگاہ تھا۔ اینگ اکثر وہاں خشکی یا تری

---

[۱] یُو بواؤ معروف (yew) یورپ کا ایک سدا بہار اور چھتنار درخت۔
[۲] یورپ میں ایک زمانے میں باغوں کی آراستگی کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ
درختوں کو اس طرح چھانٹتے تھے کہ کسی پرند یا جانور کی شکل بنجاتی تھی۔
[۳] حضرت عیسیٰ کو جمعہ کے دن صلیب دی گئی تھی لہذا رومن کیتھولک فرقے کے
عیسائی اُس دن روزہ رکھتے ہیں اور مچھلی کے سوا کسی جانور کا گوشت نہیں کھاتے ہیں۔

کے راستے سے جایا کرتا تھا- ایک مرتبہ وہ وہیں تھا اور کنارے پر لگے ہوئے ایک جہاز کے مستول پر چڑھ رہا تھا- سوء اتفاق سے اسکا پیر پھسل گیا اور وہ گر پڑا- لوگوں نے دوڑ کر اُٹھایا تو معلوم ہوا کہ اسکا ایک عضو ٹوٹ گیا ہے-

"(۶)"

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

اینک کی حالت روز بروز سنبھل رہی ہے مگر ابھی تک وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں ہے- اسکے گھر میں ایک اور نحیف الجثہ لڑکا پیدا ہوا ہے- اسکی تجارت بھی ایک دوسرے شخص کے ہاتھ میں چلی گئی ہے اور اسکے اہل و عیال کی روزی کا دروازہ بند ہو گیا ہے- اینک تھا تو بڑا متحمل مستقل مزاج اور دیندار مگر اپنی بیکاری سے اُسے یہ اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ شاید میرے بال بچّوں کے بُرے دن قریب ہیں- وہ گویا یہ ڈراونا خواب دیکھ رہا تھا کہ اسکے بچّے بُرے حالوں مصیبت و افلاس کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور اسکی پیاری بیوی بھیک مانگتی پھرتی ہے- اسکی زبان سے بے ساختہ یہ دعا نکلی "خداوندا انھیں بچا لے

مجھپر جو چاہے گذر جائے " ابھی وہ دعا میں مصروف ہی تھا کہ ایک
شخص جسکے جہاز پر اینگ کام کر چکا تھا اور جو اس سے بخوبی واقف تھا
اور اسکی قدر کرتا تھا اسکی مصیبت سنکر آیا اور کہنے لگا کہ "میرا ایک جہاز
چین جانے والا ہے اور مجھے ایک ناخدا کی ضرورت ہے۔ کیا تم چلوگے؟
ابھی اسکی روانگی میں یعنی اس بندرگاہ سے روانہ ہونے میں کئی ہفتے ہیں۔
کیوں اینگ تم یہ نوکری کروگے؟" اینگ فوراً راضی ہوگیا
اور اپنی دعا کو اسطرح مقبول ہوتے ہوئے دیکھکر بہت خوش ہوا۔
اب تو بدنصیبی کا سایہ ابر کے اس ٹکڑے سے زیادہ وقعت نہ رکھتا
تھا جو آفتاب کے آتشیں راستے میں حائل ہوکر ساحل بحر کے مقابل
والے افق پر روشنی کا ایک جزیرہ سا بنا دیتا ہے۔ اینگ دیر تک دل ہی
دل میں پڑا سوچا کیا۔ " مگر بیوی ہے بچے ہیں۔ انکے لئے کیا ہو۔ میں تو
چلا جاونگا .... کشتی بیچ ڈالوں۔ مگر وہ تو مجھے بہت عزیز
ہے۔ نہ معلوم کتنی مرتبہ طوفانی سمندر میں اسنے کام دیا ہے۔ میں اسکے
رگ وریشہ سے ایسا واقف ہوں جیسا کوئی سوار اپنے گھوڑے سے
...... آخر بیچنا ہی پڑیگی جو قیمت وصول ہو اس سے دو چیزیں

خرید کر اینی کو تجارت کرنیکے لئے دیتا جاؤں جنکی ملاّحوں اور انکی
عورتوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ اِس صورت سے وہ میرے جانیکے بعد
گھر کا کام چلا سکیگی ...... اچھا مَیں باہر جا کر خود ہی کیوں
نہ تجارت کروں اور ایسے ہی سفر کئی دفعہ کروں۔ دو دفعہ۔ تین دفعہ
بلکہ جتنی دفعہ ضرورت ہو اتنی دفعہ۔ خوب دولتمند ہو کر پلٹوں پھر
ایک بڑا جہاز خریدوں اور اس کے منافع سے آسائش کے ساتھ
زندگی بسر کروں۔ اپنے پیارے بچّوں کو پڑھاؤں لکھاؤں اور
امن چین سے اپنوں میں دن کاٹوں" اس طرح اپنے دل میں سب
منصوبے باندھ کر اینک گھر میں داخل ہوا اور سیدھا اینی کے
پاس پہنچا۔ اینی کا چہرہ آجکل اُترا ہوا ہے۔ وہ اپنے نوزائیدہ مضمحل
بچے کو کھلا رہی ہے اینک کو دیکھکر مارے خوشی کے چیخ اُٹھی اور
کچھ آگے بڑھکر نحیف وزار بچہ اسکی گود میں دے دیا۔ اینک نے
اُسے لیکر اسکا عضو عضو ٹٹولا۔ اسکو ہاتھوں پر تولا اور پدرانہ محبت
سے پیار کیا مگر اینی سے اپنے ارادوں کو ظاہر کرنا اسکے دل کو گوارا نہوا۔
یہانتک کہ وہ دن گذر گیا۔ دوسرے دن اُسنے سب باتیں بتلائیں۔

اینی نے جس دن سے اینک کی دی ہوئی سونے[1] کی انگوٹھی اپنی انگلی میں پہنی ہے آج پہلے پہل اسکی مرضی سے مخالفت کر رہی ہے۔ لڑ جھگڑ کر نہیں بلکہ خوشامدوں سے۔ آنسوؤں سے۔ پیار کی باتوں سے۔ التجا میں کرتی ہے۔ منّتیں کرتی ہے۔ "اگر تمکو میرا ذرا بھی دھیان ہو اور اپنے بچوں کا کچھ بھی خیال ہو تو ہرگز جانے کا ارادہ نہ کرو"۔ اینی کا دل بولتا تھا کہ اس سفر کا انجام اچھا نہیں۔ مگر اینک کو اپنی فکر تو تھی ہی نہیں۔ وہ تو اپنی بیوی بچوں ہی کے لئے سفر پر آمادہ تھا لہذا اس نے اینی کی باتوں پر کچھ توجہ نہ کی افسوس کے ساتھ اپنے ارادہ پر قائم رہا اور اسکو پورا کیا۔ اپنے پرانے بحری رفیق سے رخصت ہوا[2] اور اینی کے لئے سامان تجارت خرید لایا۔ اُسکے گھر میں سڑک کی طرف ایک چھوٹا سا بیٹھکا تھا۔ اسمیں الماریاں اور براکٹ وغیرہ بنانے میں مصروف ہو گیا کہ اس میں دوکان رکھی جاسکے۔ مکان پر اینک کے قیام کے آخری دن تک۔ ہتھوڑے۔ تبر۔ برمے اور آری کی جھنکار اور کھٹ پٹ سے وہ چھوٹا سا خوبصورت گھر

---

[1] یعنی جب سے اسکی شادی اینک کے ساتھ ہوئی ہے۔ انگریزوں میں رسم ہے کہ نکاح کے بعد دولھا ایک سونے کی انگوٹھی دولھن کے بائیں ہاتھ میں پہنا دیتا ہے۔
[2] یعنی اپنی کشتی بیچ ڈالی۔

دن دن بھر گو بجتا رہا۔ مگر اینی کو یہی معلوم ہوا کیا کہ گویا اسکے لئے سولی تیار ہو رہی ہے۔ آخر یہ کام ختم ہوا۔ باوجود تنگیٔ مکان کے اُس نے ہوشیاری کے ساتھ سب چیزوں کو اُس خوبی و صفائی سے ترتیب دیا جس طرح فطرت ننھی سی کلی یا چھوٹے سے دانے میں بہت کچھ بھر دیتی ہے۔ اب اُس نے کام بند کر دیا ہے اور وہ جو اینی کے لئے آخر دم تک کام کئے جاتا تھک کر کوٹھے پر چڑھ گیا اور صبح تک بہت گہری نیند سویا۔

—— "(۷)" ——

الفراق

صبح کا وقت ہے۔ اینک سفر کے لئے تیار ہے۔ اسکے چہرہ سے دلیری و بشاشت نمایاں ہے۔ اینی کے وہموں پر اُسے ہنسی آتی ہے مگر اینی کے متفکر ہونے سے وہ متاثر ضرور ہے۔ بہرحال اینک چونکہ ایک دلیر و خدا پرست شخص تھا اسنے سر بسجدہ ہو کر اس پُر اسرار حالت میں جبکہ انسان فنا فی اللہ ہو جاتا ہے یہ دعا مانگی " میں کسی حال میں رہوں مگر میرے اہل و عیال پر رحمت ایزدی سایہ فگن رہے"۔ دعا سے فارغ ہو کر اینی سے کہا "خدا نے چاہا تو اُس سفر سے ہم لوگوں کے دن

پھرینگے"۔ (اپنی بیٹی سے مخاطب ہوکر) "بیٹی دیکھو گھر کو خوب صاف رکھنا۔ آتشدان میں آگ روشن رکھنا کیونکہ قبل اسکے کہ تمکو میری واپسی کی خبر ہو مَیں ایک دن اچانک آ کھڑا ہونگا"۔ (چھوٹے بچّہ کا جھولا آہستہ سے ہلاکر) یہ ننھا سا پیارا پیارا بچّہ! یہ جتنا نازک ہے اتنا ہی مجھے پیارا ہے۔ خُدا اس کی عمر میں برکت دے جب مَیں گھر واپس آؤنگا تو اسے اپنے زانو پر بٹھا کر دوسرے مُلکوں کے قصّے سُناؤنگا جنھیں سُنکر یہ بہت خوش ہوگا"۔ (اپنی بیوی سے) "آؤ ایپنی آؤ۔ دل مضبوط کرو۔ مَیں چاہتا ہوں کہ تمکو خوش دیکھکر جاؤں"۔

وہ اس طرح کی اُمیدوں بھری باتیں کررہا تھا اور ایپنی سُن رہی تھی بلکہ خود بھی ان اُمیدوں میں اسکی شریک تھی۔ مگر جب اس نے گفتگو کا رُخ زیادہ سنجیدہ مضامین کی طرف پھیرا اور شفقت خداوندی اور توکل علی اللہ کے متعلق ملاحوں کا سا بھدا وعظ شروع کیا تو وہ اس طرح سننے لگی کہ سُننا نہ سننا برابر تھا۔ جسطرح ایک دیہاتی لڑکی اپنا گھڑا چشمہ کے نیچے رکھکر اس شخص کے خیال میں غرق ہوجاتی ہے جو اُسکے بجائے پانی بھردیا کرتا تھا۔ وہ گھڑے میں پانی گرنے کی آواز

سُنتی ہے مگر اس طرح گویا نہیں سُنتی۔ گھڑا بھر کر اُبل نکلتا ہے اور اُسے
خبر نہیں ہوتی۔ آخر کار **اینی** نے مہرِ سکوت توڑی اور کہا "**اینک**
بیشک تم عقلمند ہو مگر باوجود تمہاری عقلمندی کے میرا دل بولتا ہے
کہ مجھے اب تمہاری صورت نہ دکھائی دیگی[۱]۔ **اینک** نے جواب دیا
"اچھا خیر۔ میں تو تمہاری صورت دیکھونگا[۲]۔ جس جہاز پر میں جاؤنگا
وہ یہاں سے اُس دن گذریگا۔ تم کسی ملاح کی دوربین مانگ لینا
اور میری صورت دیکھکر اپنے وہموں پر خود ہنسنا۔ جب اُس آخری
وقت کا آخری لمحہ آیا تو **اینک** اپنی بیٹی سے یوں مخاطب ہوا "بیٹی
اینی[۳] دل کو ڈھارس دو۔ رنج نہ کرو۔ اپنے چھوٹے بھائیوں کی
خبر گیری کرنا اور میرے واپس آنے تک سب چیزیں سلیقے سے رکھنا۔
میرا جانا بہت ضروری ہے۔ میرے لئے کچھ اندیشہ نہ کرنا اور اگر تم کو
کبھی کوئی خوف ہو تو خدا پر بھروسہ کرنا۔ یہی ایک نہ جنبش کرنے والا
لنگر ہے۔ کیا وہ مشرق کے دور و دراز خطوں میں موجود نہیں ہے؟

---

[۱] [۲] } یہ دونوں جملے بھی پیشین گوئیاں ثابت ہوئے۔

[۳] انگریزوں کے یہاں ماں اور بیٹی کا ایک ہی نام ہونا کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے

کیا وہاں چلے جانے سے میں اوس سے دور ہو جاؤنگا ؟ سمندر بھی اُسی کا ہے - وہی اسکا بھی خالق ہے "- یہ کہکر **اینک** اُٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے مضبوط ہاتھوں سے اپنی مغموم بیوی کو گلے لگایا - اپنے حیرت زدہ بچوّں کو پیار کیا - چھوٹا نحیف لڑکا جو بخار کی وجہ سے رات بھر جاگا تھا اسوقت سوگیا تھا **اینی** اُسے جگانا چاہتی تھی مگر **اینک** نے کہا "اُسے بے چین نہ کرو - سونے دو - اُسے یہ باتیں کیا یاد رہینگی " اُس کے کھٹولے ہی پر اُسے پیار کیا - مگر **اینی** نے اسکے گھونگھر والے بالوں میں سے ایک چھوٹا سا حلقہ کاٹ کر اُسے دیا جو تمام عمر اُسکے پاس رہا - اُس نے جلدی سے اپنی گٹھری اُٹھائی - رخصتی سلام کے لئے ہاتھ کو جنبش دی اور چل کھڑا ہوا۔

—— " (۸) " ——

جس دن کا ذکر **اینک** نے کیا تھا وہ آگیا - **اینی** دوربین لیکر آئی مگر بے سود - نہ معلوم وہ اُسے اپنی نظر کے موافق ٹھیک لگا نہ سکی یا اسکی آنکھیں آنسوؤں سے دھندلی ہو رہی تھیں اور اسکا ہاتھ کانپ رہا تھا کہ وہ اُسے نہ دیکھ سکی - **اینک** جہاز پر کھڑا ہوا اور رومال

ہلا ہی رہا تھا کہ وقت گزر گیا اور جہاز آگے بڑھ گیا۔ نظر سے رفتہ رفتہ
اوجھل ہونے والے مستول کا سرا بھی جب تک چھپ نہ گیا وہ اسی
طرف ٹکٹکی لگائے کھڑی رہی۔ آخرکار روتی ہوئی واپس آئی۔ اینک
کے چلے جانے سے اُسے ایسا ہراس تھا گویا وہ مرگیا ہے۔ تاہم اُس
غمزدہ نے اسکی مرضی کے مطابق کام کیا۔ مگر تجارت میں وہ کچھ
سرسبز نہ ہوئی۔ نہ اُسکو بھاؤ تاؤ کرنے کی عادت تھی اور نہ وہ اپنی
عقل ہی سے اس کمی کو پورا کرسکی۔ نہ وہ جھوٹ بول سکتی تھی نہ
زیادہ مول کہہ کے کم دام لینا جانتی تھی۔ اسکو کئی مرتبہ تنگدستی اور
ضروریات سے مجبور ہو کر خرید کے دام سے بھی کم پر چیزیں بیچنا پڑیں
لہذا وہ ڈرا کرتی تھی کہ دیکھیں اینک کیا کہتا ہے۔ اپنی ناکامی
کیوجہ سے وہ بہت مغموم رہنے لگی ہے۔ اپنے بچوں کے لئے تھوڑی
بہت خوراک مہیا کرلیتی ہے اور اُس خبر کی اُمید میں جو نہ آنا تھی نہ آئی
خاموشی کے ساتھ ایک غمناک زندگی بسر کر رہی ہے۔

خموشی میں نہاں خوں گشتہ لاکھوں آرزوئیں ہیں
چراغ مردہ ہوں میں بےزباں گورِ غریباں کا
(اقبال)

تیسرا بچہ مریض سا پیدا ہی ہوا تھا اور زیادہ بیمار ہو گیا اور گو کہ ایپی نے اتنی تیمارداری کی جتنی کوئی ماں کر سکتی ہے پھر بھی نہ معلوم اِس سبب سے کہ کام دھندے کے باعث وہ ہر وقت اُسکے پاس نہ بیٹھ سکتی تھی یا اس وجہ سے کہ اُسکے لئے مناسب غذا اور دوا میسر نہ تھی یا اس سبب سے کہ ڈاکٹر کو دوا تجویز کرنیکے لئے فیس دینا ممکن نہ تھا۔ جو کچھ بھی ہو۔ چند روز کے بعد ایک دن ایپی کو خبر بھی نہ ہوئی اور بچے کی ننھی معصوم روح یوں پھڑ پھڑا کر نکل گئی جس طرح قفس نصیب چڑیا ایکبارگی اُڑ بھاگتی ہے ؎

مر گیا ایک نظر دیکھ کے گردوں کی طرف
تیرے بیمار کا جب کوئی نہ پرساں نکلا (عزیز)

—— ۱۱ (۹) ۱۱ ——

جن دنوں ایپی نے اپنے بچہ کو دفن کیا تھا۔ اُسی زمانہ میں فلپ کے باوفا دل نے اتنی مدت تک الگ تھلگ رہنے پر اُسے ملامت کی کیونکہ اینگ کے جانے کے بعد سے اسنے ایپی کی خبر نہ لی تھی۔ اسنے سوچا کہ اب ایپی کو ضرور دیکھ آنا چاہئے شاید کچھ اسکا دل بہل جائے

یہ سوچ کر وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور اینی کے مکان پر پہنچا۔ سامنے والے کمرے سے گزر کر اندرونی دروازے پر ذرا سا ٹھٹھک گیا۔ تین مرتبہ زنجیر ہلائی مگر جب کوئی دروازہ کھولنے نہ آیا تو خود مکان میں داخل ہو گیا۔ مصیبت زدہ اینی جسنے ابھی ایک بچہ کو سپرد خاک کیا ہے کچھ آدم بیزار سی ہو گئی ہے۔ وہ دیوار کی طرف مُنہ کئے ہوئے اکیلی بیٹھی رو رہی ہے۔ اسکی تنہائی میں صرف مصیبت ہی اسکی ہم نشین ہے۔ فلپ کچھ دیر تو بیٹھا رہا پھر اُٹھ کھڑا ہوا اور لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں بولا ”اینی میں تم سے ایک عنایت کا طلبگار ہوں“۔ اینی نے نہایت غمگین آواز میں جواب دیا ”عنایت اور مجھ سی دُکھیا۔ بیکس سے“۔ اس جواب میں کچھ ایسا درد بھرا تھا کہ فلپ کسی قدر شرما گیا۔ اسکی شرم اور نرم دلی میں جنگ ہونے لگی۔ وہ بغیر اجازت اسکے پاس بیٹھ گیا اور کہنے لگا ”میں تم سے اُس بات کا ذکر کرنے آیا ہوں جسکی تمہارے شوہر اینک کو بڑی آرزو تھی۔ میرا ہمیشہ یہی قول رہا کہ تمنے ہم دونوں میں سے بہتر آدمی کو پسند کیا۔ ایک قوی دل آدمی۔ اسنے جس کام کا ارادہ کیا اُسے کیا بھی اور جس کام میں ہاتھ لگایا اُسے کر ہی کے

چھوڑا۔ اب بھی اسنے یہ دور ودراز سفر کیوں اختیار کیا ہے اور تم کو تنہا
کیوں چھوڑ گیا ہے۔ کیا اسلئے کہ وہ دُنیا کی سیاحت سے لُطف اُٹھائے۔
نہیں نہیں۔ بلکہ وہ اُن ذرائع کی فکر میں گیا ہے جنسے وہ اپنے بچّوں کو
اپنی اور تمہاری تعلیم سے بہتر تعلیم و تربیت دلا سکے۔ بس یہی اسکی آرزو تھی۔
واپس آکر جب وہ دیکھیگا کہ اُنکی زندگی کی بیش قیمت صبح یوں رائگاں
ہو گئی تو اُسے کتنا افسوس ہو گا اور اگر اُسے یہ معلوم ہو جائے کہ اسکے بچے
بچھیڑوں کی طرح میدانوں میں آوارہ پھرتے ہیں تو قبر میں بھی اسکی
پیٹھ نہ لگے گی۔ ایمی مجھ سے تم سے تمام عمر کی ملاقات ہے۔ میری تم سے
ایک درخواست ہے۔ اُس محبّت کا واسطہ جو تمھیں اینک اور اسکے
بچوں سے ہے انکار نہ کرنا۔ اگر تمہاری مرضی ہو گی تو جب اینک واپس
آئیگا وہ مجھے کوڑی کوڑی ادا کر دیگا۔ اگر تمہاری مرضی یہی ہے تو ورنہ
ایمی مجھے کافی دولت و اطمینان نصیب ہے۔ بس مجھے اِتنی اجازت دو
کہ میں اس لڑکے اور لڑکی دونوں کو مدرسہ میں داخل کر دوں۔ تم سے
اسی عنایت کا خواستگار ہوں" ایمی نے دیوار کی طرف مُنہ کئے ہوئے
جواب دیا "مَیں تم سے آنکھیں چار نہیں کر سکتی۔ نہ میرے حواس درست ہیں

نہ دل قابو میں ہے۔ جب تم آئے تو ہجوم غم نے میری غیر حالت کر دی
اور اب تمہاری مہربانی سے میرا دہی حال ہوا جاتا ہے۔ (دل میں)
مگر نہیں اینک تو ابھی زندہ و سلامت ہے اسکا مجھے یقین ہے
وہ سب ادا کر دیگا۔ (فلپ سے) روپے کی ادائی تو ممکن ہے مگر تمہارے
اس احسان کا بدلا ممکن نہیں" فلپ بول اُٹھا تو اینی مجھے اجازت
ہے نا" اس بات پر اس نے فلپ کی طرف رُخ کیا۔ اُٹھ کھڑی ہوئی
اور اپنی آنسو بھری آنکھیں فلپ کے چہرے پر جما دیں۔ اسے دعائیں
دیں۔ پھر بے اختیار اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر دلی جوش سے
دبایا اور دوسری طرف والے احاطے میں چلی گئی۔ فلپ نے بھی
خوش خوش اپنے گھر کی راہ لی۔

—— " (۱۰) " ——

فلپ نے لڑکے اور لڑکی دونوں کو مدرسے میں بٹھا دیا۔ خرچ دی
کتابیں لے دیں اور جس طرح کوئی اپنے بچوں کے متعلق اپنے فرائض
ادا کرتا ہے اُسی طرح وہ بھی ہر اعتبار سے بالکل اُنکا ہو گیا۔ اینی کی
آبرو کے خیال سے فلپ اپنی سب سے پیاری آرزو کا خون کر رہا تھا

اور اسکی دہلیز بہت کم نانگھتا تھا مگر بچوں کے ہاتھ ترکاریاں پھل اپنے گھر کی دیواروں پر چڑھی ہوئی گلاب کی بیلوں میں سے بے فصل کے پھول - اور جنگلی خرگوش وغیرہ تحفتاً بھیج دیا کرتا تھا اور کبھی کبھی اپنی اُس پن چکی کا آٹا جو میدان میں سر بہ فلک کھڑی ہوئی شور مچا رہی تھی بہت عمدہ ہونے کے بہانے سے بھیجدیتا تھا کہ اینی کے دل میں یہ خیال نہ گزرے کہ مجھے محتاج سمجھکر فلپ نے یہ آٹا بطور خیرات دیا ہے۔ **فلپ** - اینی کی دلی حالت کا صحیح اندازہ نہیں کرسکتا تھا کیونکہ اُسکا دل تو بے پایاں شکر گزاری سے لبریز تھا مگر **فلپ** کے سامنے اسنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بھی کبھی شکریہ ادا نہیں کیا - لیکن اسکے بچے" **فلپ** ہی کو سب کچھ سمجھتے تھے اس کے بُلانے سے وہ دور سے نہایت خوش ہو کر دوڑ آتے تھے - اُس کے مکان اور اسکی پن چکی کے وہی مالک تھے - وہ اُنکی بے سروپا باتیں بہت استقلال سے سُنا کرتا تھا - وہ اُسکے لپٹے چمٹتے - اسکے ساتھ کھیلتے اور اسکو اپنا باپ سمجھتے تھے - **فلپ** سے وہ جس قدر زیادہ مانوس ہوتے گئے اسی قدر **اینک** کو بھولتے گئے

کیونکہ اینک اُنکے نزدیک خواب وخیال کی طرح ایک موہوم چیز تھا
اسکی شکل کا ان کے دل میں ایسا دھندلا سا نقش رہ گیا تھا جسطرح
سویرے تڑکے سڑک کے اُس سرے پر کسی جانے والے کی صورت
اینک کو اپنا گھر اور وطن چھوڑے ہوئے دس برس گزر چکے ہیں
اور اسکی کچھ خبر معلوم نہیں۔

"(۱۱)"

ایک دن شام کو اینی کے لڑکے دوسرے لڑکوں کے ساتھ
ہیزل کے پھل چننے کے لئے جانا چاہتے تھے۔ اینی بھی انکے ساتھ
جانے والی تھی۔ انھوں نے کہا کہ "آج ابا فلپ کو بھی ضرور لیچلینگے"
وہ بل پر گئے فلپ اپنے کام میں مصروف تھا اور آٹا اُڑ اُڑ کر اسکے
تمام جسم پر اس طرح پڑا تھا جسطرح شہد فراہم کرنے والی مکھی پھولوں
کے زیرہ میں سن جاتی ہے۔ انھوں نے کہا "ابا فلپ آج آپ بھی
ہمارے ساتھ چلیئے۔ فلپ نے انکار کیا مگر جب انھوں نے دامن
پکڑ لیا تو مسکرایا اور فوراً چلنے پر راضی ہو گیا کیونکہ اینی بھی تو انکے ساتھ
جا رہی تھی۔ سب کے سب چل کھڑے ہوئے ...... سب لوگ

بالو کے ٹیلے پر چڑھ رہے ہیں مگر اینی کے قدم نہیں اُٹھتے - آخر جب ٹھیک اُس مقام پر پہنچے جہاں[1] جنگل کا ڈھالو اور ناہموار کنارہ نشیب کی طرف جُھکا ہوا تھا تو اینی کی طاقت جواب دیگئی - اُس نے ایک آہ کی اور ذرا دم لینے کے لئے بیٹھ گئی -

سر پھوڑنا وہ غالبِ شوریدہ حال کا
یاد آگیا مجھے تیری دیوار دیکھکر (غالبؔ)

فلپ بھی اسکے ساتھ اطمینان سے بیٹھ گیا - لڑکے سب کے سب خوشی سے چیختے چلّاتے اُدھم مچاتے ہوئے ہیزل کے سفیدی مائل درختوں میں ہوتے ہوئے نشیب میں اُتر گئے اور اُسکی تہہ میں پہنچکر سب تتر بتر ہو گئے - کسی نے نرم شاخ کو جُھکایا - کسی شاخ کو زور لگا کر توڑا - گندم گوں پھلوں کے گُچّھے توڑ کر لے بھاگے - اس کو پکارا - اُس کو بُلایا اور جنگل بھر میں کودتے پھرے - فلپ - اینی کے پاس بیٹھا تھا مگر اپنے خیالات میں ایسا محو تھا کہ اُسکی موجودگی کی اُسے خبر نہ رہی - اسکی آنکھوں میں

---

[1] جہاں جنگل کا .... جُھکا ہوا تھا - یہی فقرہ دیکھو صفحہ ۱۰ سطر ۷ میں - مصنّف نے ان الفاظ کو دوبارہ لکھکر ایک گزشتہ منظر یاد دلایا ہے -

وہ وقت پھر رہا تھا جب وہ اس جنگل میں اسی مقام پر ایک چوٹ
کھائے ہوئے جانور کی طرح چپکے سے آڑ میں چھپ گیا تھا۔ کچھ دیر بعد
اسنے اپنی نورِ ایمان سے منور پیشانی بلند کی اور کہا " **اینی** وہ دیکھو
سامنے جنگل کے نشیب میں سب کیسے خوش خوش پھر رہے ہیں!"
(کچھ جواب نہ پاکر) " **اینی** کیا تم بہت تھک گئیں "۔ مگر وہ ہاتھوں پر
سر رکھے گردن جھکائے خاموش بیٹھی رہی۔ اسپر **فلپ** ذرا جھنجھلا کر
بولا " وہ جہاز تو ڈوب گیا۔ تباہ ہو گیا۔ اسکا کہیں پتہ نہیں۔ اب
تم اپنی جان دیکر بے باپ کے بچوں کو بے ماں کا بھی کیوں کرنا چاہتی
ہو "۔ **اینی** نے کہا " نہیں مجھے اسکا خیال کچھ نہیں تھا۔ مگر نہ معلوم
ان بچوں کی چاؤں بھالوں سے میرا دل کیوں بیٹھا جاتا ہے "۔
فلپ اب اور قریب سرک آیا اور کہنے لگا " **اینی** میرے دل میں
ایک بات ہے۔ وہ مدت سے اسمیں جاگزیں ہے۔ یہ تو مجھے نہیں
معلوم کہ پہلے پہل وہ دل میں کب آئی مگر یہ جانتا ہوں کہ آخر کار وہ
ظاہر ہی ہو کر رہیگی۔ **اینی** اب یہ بات اُمید کے خلاف اور امکان سے
باہر ہے کہ وہ جو دس برس ہوئے تم کو چھوڑ کر گیا تھا۔ اس طویل

مدت کے بعد اب بھی زندہ ہو۔ لہذا میری بات غور سے سنو۔
میں تمھیں مفلس و محتاجِ امداد دیکھکر بہت کڑھتا ہوں اور اپنے
حوصلے کے موافق تمہاری مدد نہیں کر سکتا جب تک کہ ....
عورتیں تو بڑی زود فہم ہوتی ہیں ...... شاید تم میرا مطلب
سمجھ گئی ہوگی ...... میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں نہایت
خوشی سے تمہارے بچّوں کے ساتھ باپ کا سا برتاؤ کرونگا۔ بلکہ میرا
تو خیال ہے کہ وہ مجھے باپ ہی کی طرح چاہتے ہیں۔ اور یقیناً مجھے
بھی اُن سے مثل اپنی اولاد کے محبّت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر تم
ہمیشہ کے لئے میری ہو جاؤ گی تو اس مصیبت اور بے اطمینانی کے
زمانے کے بعد بھی ہم تم ایسی فارغ البالی سے زندگی بسر کر سکتے ہیں جس سے
زیادہ کسی مخلوق خدا کو نصیب نہ ہوئی ہو۔ غور تو کرو۔ میں خوشحال ہوں۔ نہ کوئی
آگے ہے نہ پیچھے۔ نہ کسیطرح کی فکر تمھاری اور تمھاری اولاد کی فکر کے علاوہ مجھپر کوئی
بار نہیں۔ ہم تم بچپن سے ایک دوسرے سے واقف ہیں اور تمھاری
محبت میرے دل میں اسوقت سے ہے جب تم کو اسکی خبر بھی نہ تھی"
اینی نے نرم و نازک لہجہ میں جواب دیا "تم ہمارے گھر کے لئے فرشتہ

رحمت ہو - خدا تم کو جزائے خیر دے - خدا تم کو اسکے عوض میں مجھسے
بہتر کوئی شئے عطا کرے - جس دل میں کسی کی محبت بس چکی ہے اسمیں
دوسرے کی محبت کی گنجائش کہاں رہتی ہے -

پریم گلی اتی سانکری تا میں دو نہ سمائیں (کبیر داس)

بھلا تم سے مجھے اتنی محبت کیسے ہو سکتی ہے جتنی اینک سے تھی -
یہ تم کہہ کیا رہے ہو"؟

فلپ - "میرے لئے یہی بہت ہے کہ تم مجھے اینک سے کچھ کم ہی سمجھو" -

اینی - (گھبراہٹ کے لہجہ میں بلند آواز سے) "پیارے فلپ ابھی
توقف کرو - شاید اینک آجائے (دل میں) مگر اینک اب کیا
آئیگا - (فلپ سے) ایک سال اور انتظار کرو - ایک سال کوئی بڑی
مدت نہیں ہے سال بھر میں مجھے ضرور کوئی نہ کوئی خبر مل جائے گی -
ہاں ہاں تھوڑے دن اور ٹھہرو" -

فلپ - (رنجیدہ ہو کر) "اینی! جس طرح مینے تمام عمر انتظار کیا اسیطرح
کچھ دن اور سہی" -

اینی - "نہیں فلپ میں وعدہ کرتی ہوں - ایک سال بعد - ضرور بالضرور

جس طرح میں ایک سال توقف کرنے کے لئے تیّار ہوں کیا تم تیّار نہیں ہو؟"

فلپ:- "اچھا میں بھی سال بھر اور انتظار کرونگا"

اس گفتگو کے بعد دونوں خاموش ہوگئے۔ **فلپ** نے نظر اُٹھائی۔ دن ڈھل چکا تھا۔ غروب ہوتے ہوئے آفتاب کی ہلکی ہلکی دھوپ **ڈنمارک** والوں کی قبروں کے تودوںؔ[1] پر سے جو ٹھیک سر پر واقع تھے اُتر چکی تھی اسکو خیال ہوا کہ اب شام ہونے کو ہے۔ **اینی** کو سردی سے تکلیف پہنچیگی۔ وہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ بچّوں کو زور سے پکارا۔ اسکی آواز جنگل میں گونجتی ہوئی نشیب میں پہنچی اور بچّے اپنے مال غنیمت سے لدے ہوئے آپہنچے۔ سب لوگ اُتر کر ساحل کو چلے۔ **اینی** کے دروازے پر پہنچکر **فلپ** نے اُس سے مصافحہ کیا اور نرمی کے ساتھ کہا "**اینی**! مینے جس گھڑی وہ گفتگو چھیڑی تھی اسوقت تم پر ایک طرح کا دباؤ پڑ رہا تھا۔ مینے غلطی کی۔ بہر حال میں ہمیشہ تمہاری مرضی کا پابند ہوں اور تمکو کسی بات کے لئے مجبور نہیں کرتا۔" **اینی** نے روکر جواب دیا "نہیں **فلپ** میں اپنے

---

[1] یہ وہی قبروں کے تودے ہیں جنکا ذکر قصّے کی ابتدا میں کیا جاچکا ہے۔ دیکھو صفحہ ۱ سطر ۲

وعدے کی پابند ہوں"۔

— "(۱۲)" —

بات کہتے میں ایک سال گزر گیا۔ **فلپ** کے آخری الفاظ یہ تھے "تمہاری محبت میرے دل میں اسوقت سے ہے جب تم کو اسکی خبر بھی نہ تھی[1]۔" **اینی** ابھی ان الفاظ پر غور کر رہی تھی کہ موسم خزاں پھر آپہنچا ایسا معلوم ہوا کہ خزاں کا ایک موسم ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ دوسرا پھر آگیا۔ **فلپ** پھر اسکے سامنے کھڑا ہوا ایفائے وعدہ کا تقاضا کر رہا ہے۔

اینی۔ "کیا ایک سال ہو گیا"۔

فلپ"ہاں۔ چلو باہر چلکر دیکھیں کہ ہیزل کے پھل پھر پک گئے کہ نہیں"۔

اینی "مگر مجھے تو ابھی بہت سی باتوں پر غور کرنا ہے۔ اِتنا بڑا انقلاب! اچھا ایک مہینہ۔ بس مجھے ایک مہینہ کی مہلت اور دو۔ مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ بس ایک مہینہ۔ صرف"۔

---

[1] یہی جملہ دیکھو صفحہ ۲۵ سطر ۱۴ میں فلپ نے اینی سے شادی کی درخواست کرتے وقت جو گفتگو کی تھی اسکا آخری جملہ لکھکر مصنّف وہ پوری گفتگو یاد دلانا چاہتا ہے۔

فلپ کی آنکھوں میں اسکی ایک عمر کی آرزو جھلکنے لگی۔ اور انتہائے اشتیاق سے اسکی آواز کسی مست شراب کے ہاتھوں کی طرح کچھ کچھ کانپنے لگی۔ اسنے جواب دیا۔ "ہاں ہاں اینی تم اپنا اطمینان کر لو۔ کوئی جلدی نہیں ہے"!

اسکی مہربانی پر اینی کا دل بھر بھر آتا تھا۔ مگر وہ حیلوں بہانوں سے ٹالتی رہی اور اسکی صداقت اور صبر کا امتحان کرتی رہی۔ یہانتک کہ دوسرا سال بھی آدھا گزر گیا۔ اب تو ساحل کے بے فکروں نے اپنا یہ اندازہ کہ فلپ اور اینی کی شادی ہو جائیگی غلط ہوتے ہوئے دیکھکر یوں بگڑنا شروع کیا گویا انکا کوئی ذاتی نقصان ہو رہا تھا۔ بعض سمجھے کہ فلپ اُسے محض بیوقوف بناتا ہے۔ بعض نے خیال کیا کہ اینی کا یوں کھنچنا اور یہ شرم و حیا فلپ کو رجھانے کے لئے ہے۔ بعض دونوں پر ہنستے تھے کہ ان عقلمندوں کو خود اپنے مقاصد کی خبر نہیں۔ ایک شخص جسکے دل میں بدی کے بے شمار خیالات سانپ کے انڈوں کی طرح چُنے ہوے تھے ہنس ہنس کر ایک بُری بات کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ اینی کا لڑکا زبان سے تو کچھ نہ کہتا تھا مگر

چشم و ابرو سے اپنی مرضی کا اظہار کر دیتا تھا۔ لیکن لڑکی بار بار کہتی تھی کہ "اماں ایسے آدمی سے ضرور عقد کر لو جسکو ہم سب اسقدر چاہتے ہیں اور کسی طرح ہمارے گھر کو مفلسی کے گرداب سے نکالو۔"

—— "(۱۳)" ——

فلپ کا گلاب سا چہرہ سُست کر فکر زدہ اور بے رونق ہو گیا ہے۔ اینی کو بھی یہ باتیں تیر سی لگ رہی ہیں۔ آخر کار ایک رات اینی کو کسی طرح نیند نہ آئی۔ اسنے خُدا سے دعا کی "خداوندا کسی غیبی علامت سے مجھے معلوم ہو جائے کہ میرا اینک زندہ ہے یا ......" اسنے آنکھیں کھولکر دیکھا۔ چاروں طرف اندھیرے کا حصار تھا۔ مارے خوف کے اُچھل پڑی۔ دل دھڑکنے لگا۔ آخر پلنگ پر سے اُٹھی۔ چقماق[له] سے چراغ روشن کیا۔ لپک کر انجیل اُٹھا لائی اُسے ایکبارگی کھولا اور فال دیکھنے کے لئے ایک سطر پر اُنگلی رکھی۔ فال نکلی "کھجور کے درخت کے نیچے۔" مطلب کچھ بھی سمجھ میں نہ آیا۔ اسنے کتاب بند کر کے رکھدی اور سو رہی۔ خواب میں کیا دیکھتی ہے کہ اینک ایک بلندی پر کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہے اور سر پر آفتاب ہے۔ اسے خیال ہوا کہ اینک

[له] یہ اُس زمانے کا قصّہ ہے جب دیاسلائی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔

مر چکا ہے۔ وہ نہایت خوش ہے اور حمد خدا کے گیت گا رہا ہے۔ وہ دیکھو حق و صداقت کا آفتاب[2] چمک رہا ہے اور یہ کھجور کے درخت وہی ہیں جنکی شاخیں اُن خوش نصیبوں[3] نے راستے میں بچھا کر خدائے تعالےٰ کی تعریف کے نعرے بلند کئے تھے۔ اس مقام پر اسکی آنکھ کھل گئی۔ ایک مصمم قصد کر لیا اور **فلپ** کو بلا بھیجا۔

اینی (گھبرا کر) "اب کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم شادی نہ کر لیں"

فلپ تو پھر خدا کا واسطہ اور ہم دونوں کی خاطر سے دیر نہ کرو۔ اگر تم میرے ساتھ شادی کرنے پر راضی ہو تو فوراً اس کام سے فراغت کرو۔

---

[1] اینی نے اینک کو جس حالت میں خواب میں دیکھا تھا وہ اُسوقت بالکل اُسی طرح ایک سنسان جزیرے میں بیٹھا ہوا تھا (دیکھو صفحہ ۲ سطر ۱۱) مگر اینی کا ذہن انجیل کے بعض مقامات کی طرف منتقل ہو گیا اور اُس نے یہ نتیجہ نکال لیا کہ اینک مر چکا ہے۔ اوّل تو دس برس سے اینک کی کچھ خبر نہ معلوم ہونے سے اینی کو خود یہ خیال رہنے لگا ہوگا کہ شاید اب وہ زندہ نہیں ہے دوسرے فلپ نے بھی اسکے مرنیکا یقین دلایا تھا اب خواب میں وہ چیزیں دیکھیں جنکا ذکر انجیل میں عالم ارواح کے سلسلے میں کیا گیا ہے یہی اسباب تھے جو اینی کو اُس نتیجہ کی طرف لے گئے۔

[2] انجیل کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے "تم میں سے ان لوگوں کے لئے جو میرے نام سے ڈرتے ہیں حق و صداقت کا آفتاب اپنے بازوں میں شفا لئے ہوئے طلوع ہوگا"

[3] اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف کہ جب حضرت عیسےٰ یروشلم میں داخل ہوئے تو لوگوں نے کھجوروں کی شاخیں راستے میں بچھا دیں اور حمد خدا کے نعروں کے ساتھ انکا استقبال کیا۔

" (۱۴) "

دونوں کی شادی ہو گئی۔ خوشی کے گھنٹے بجے۔ مگر اینی کا دل
کبھی خوش نہ ہوا۔ راستہ چلتی تھی تو اس کو اپنے قریب ہی کسی کے
پاؤں کی چاپ معلوم ہوتی تھی وہ چاروں طرف دیکھتی تھی مگر کوئی
نظر نہ آتا تھا۔ کبھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے کان میں کسی نے
چپکے سے کچھ کہہ دیا مگر مطلب کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ نہ گھر میں تنہا
رہ سکتی تھی نہ باہر اکیلی نکل سکتی تھی۔ گھر میں جانے لگتی تو اُسے
کیا جانے کیا معلوم ہوتا تھا کہ وہ زنجیر پر ہاتھ رکھے کھڑی رہتی اور
اندر قدم رکھتے جھجھکتی تھی۔ فلپ مطمئن تھا وہ جانتا تھا کہ حاملہ
عورتوں کے لئے ایسے اوہام و خوف معمولی باتیں ہیں۔ جب بچہ پیدا ہوا
تو اسکی زندگی کے ساتھ گویا اینی کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا۔ مادری
جذبات پھر مشتعل ہو گئے۔ اب فلپ ہی فلپ اس کے دل میں
بسا رہنے لگا اور اسکی وہ پُراسرار قلبی کیفیت بالکل معدوم ہو گئی۔

—— "(۱۵)" ——

چہ می پرسی ز حال بے نوائے خانہ بربادے

بہ غربت مبتلا بے خانماں ویرانہ آبادے

اب اینگ کا حال سُنئے۔ روانگی کے وقت خلیج بسکے[۱] میں مشرق کی سمت سے کوہ پیکر موجیں اُٹھنا شروع ہوئیں جنھوں نے اینگ کے جہاز کو جسکا نام "گرڈفادچون" تھا متزلزل کر دیا اور قریب قریب بالکل گھیر لیا مگر اسکو کوئی نقصان نہیں پہنچا اور وہ منطقہ حارہ سے صحیح و سالم نکل گیا۔ راس "امید[۲]" کے گرد جہاز دور تک اُچھلتا ہوا گیا۔ پھر تو موسم کبھی اچھا رہا کبھی خراب۔ یہانتک کہ جہاز منطقہ حارہ سے پھر گزرا۔ اب باد تجارت[۳] برابر ایک ہی سمت چل رہی ہے۔ جہاز بہت اطمینان کے

۱؎ خلیج بسکے (Biscay) فرانس کے مغرب میں ہے۔

۲؎ راس امید افریقہ کے جنوب میں ہے۔ اس کے گرد بہت سخت آندھیاں چلا کرتی ہیں اور بڑی اونچی اونچی لہریں اُٹھا کرتی ہیں۔

۳؎ "باد تجارت"۔ خط استوا کے شمال میں شمال و مشرق کے گوشہ سے اور جنوب میں جنوب و مشرق کے گوشے سے جو ہوائیں چلتی ہیں انھیں "باد تجارت" کہتے ہیں۔ اگلے زمانے میں دخانی جہاز ایجاد نہیں ہوئے تھے بادبانی جہاز تھے جو ہوا کے زور سے چلتے تھے۔ چونکہ یہ ہوائیں برابر ایک ہی رخ کو چلا کرتی تھیں اسلئے تجارتی جہاز رانوں کو ان سے بہت مدد ملتی تھی۔ اسی بنا پر ان کا نام باد تجارت ہو گیا

ساتھ جا رہا ہے۔ مجمع الجزائر شرقی[1] میں پہنچکر وہ اپنے مشرقی بندرگاہ میں ٹھہر گیا۔ وہاں اینگ نے خود تجارت کی۔ عجیب عجیب شکل کے چینی کھلونے سوداگری کی غرض سے خریدے اور سونے کا ملمع کیا ہوا ایک اژدہا اپنے بچوّں کے لئے بھی لیا۔ واپسی کا سفر ایسا خوش آیند نہ تھا۔ ابتدا میں تو البتہ کئی دن تک سطح بحر بالکل ہموار رہی جہاز کو گویا جنبش ہی نہ تھی۔ سمندر کا پانی جہاز کے اگلے حصّے سے ٹکر کھاتا تھا تو چھوٹی چھوٹی نازک لہریں اُٹھتی تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جہاز کے سرے پر جو قوی ہیکل انسانی شکل[2] بنی ہوئی ہے وہ ٹکٹکی باندھے ہوئے اِس نظارے میں محو ہے۔ چلتے چلتے ہوا بالکل بند ہوگئی۔ پھر چلی بھی تو اُسے ایک حالت پر قرار نہ تھا۔ کبھی تیز کبھی دھیمی۔ کبھی اس رُخ کبھی اُس رُخ۔ اسکے بعد مخالف ہوائیں چلنے لگیں۔ آخر کار ایک دن آدھی رات کو ایسا طوفان آیا کہ چاند تارے سب نظر سے چھپ گئے۔ ناگہاں ایک غُل ہوا "چٹان۔ چٹان" اس آواز کے ساتھ ہی ایک تڑاقا ہوا

---

[1] مجمع الجزائر شرقی "بہت سے جزیروں کا مجموعہ۔ یہ جزیرے ہندوستان سے جنوب و مشرق کی طرف سیکڑوں کوس کے فاصلے پر واقع ہیں۔

[2] زمانہ قدیم میں جہازوں کے اگلے سرے پر انسان یا کسی جانور کی شکل بنا دیا کرتے تھے۔

جس نے جہاز کی تباہی کی خبر دی۔ اینک اور دو اور آدمیوں کے سوا سب کے سب ڈوب گئے۔ بقیہ نصف شب تو وہ جہاز کے رسوں اور شکستہ تختوں پر تیرتے رہے۔ صبح ہوتے ہوتے یہ تینے ایک جزیرے سے جا لگے۔ یہ لوگ اُس جزیرے میں اُتر گئے جزیرہ نہایت سرسبز تھا مگر شاید سنسان سمندر میں سب سے زیادہ سنسان مقام یہی تھا۔ انسانی غذا کی وہاں کمی نہ تھی۔ ہر طرح کے نرم و سخت پھل اور کھانے کے قابل جڑیں بکثرت تھیں۔ وہاں کے جانور انسان سے ایسے ناواقف تھے کہ ذرا بھی نہ بھڑکتے تھے۔ اگر رحم مانع نہ ہوتا تو اُن بیچاروں کا پکڑ لینا کچھ بھی مشکل نہ تھا۔ وہیں پہاڑ کے ایک درے میں جسکا رُخ سمندر کی طرف تھا اِن تینوں نے ملکر ایک جھونپڑا بنایا اور کھجور کی پتیوں سے اُسے چھالیا۔ اس طرح وہ اُس بہشت میں رہنے لگے جہاں ہر شے بکثرت موجود تھی اور خزاں کا کبھی گزر نہ تھا مگر انھیں اطمینان پھر بھی نہ تھا۔ اُن میں سے ایک ابھی لڑکا ہی تھا۔ اُس ناگہانی تباہی و غرقابی کی رات کو اُسے بہت چوٹ آگئی تھی وہ پانچ برس تک مر مر کر جیتا رہا۔ آ سے

اس حالت میں چھوڑ دینا کسی کو گوارا نہ تھا۔ جب وہ مر گیا تو باقی ماندہ دونوں آدمی ایک گرے ہوئے درخت کا تنہ ڈھونڈھ لائے اور اینک کا ساتھی جو اپنی جان سے بیزار تھا ہندوستانیوں کی طرح آگ سے اس تنے کو کھوکھلا کر کے ناؤ بنانے میں مصروف ہو گیا۔ دھوپ بہت تیز تھی بیچارہ تاؤ کھا گیا اور راہیٔ عدم ہوا۔ اب اینک تنِ تنہا رہ گیا۔ اس نے اِن دو موتوں میں خُدا کا یہ حکم پڑھا "ٹھہرو اور اپنے وقت کا انتظار کرو۔"

"(۱۶)"

کاٹے کھاتا ہے باغ بن تیرے
گل ہیں نظروں میں داغ بن تیرے

پہاڑ پر چوٹی تک درخت لگے ہوئے ہیں۔ سبزہ زار اور جنگل کے درمیان کے کشادہ راستے اس طرح چکر کھاتے ہوئے اوپر کو گئے ہیں گویا آسمان پر جانے کے لئے سڑکیں بنی ہوئی ہیں۔ ناریل کے پتلے پتلے درخت پتیوں کے تاج پہنے ہوئے کھڑے ہیں۔ خوشنما اور چمکدار چڑیاں اور کیڑے مکوڑے بجلی کی طرح ادھر سے اُدھر آ جا رہے ہیں لمبی لمبی خوش نما

بیلیں بڑے بڑے تنوں میں لپٹی ہوئی سمندر کے کنارے تک پھیلی ہوئی ہیں - ان کی چمک اپنی بہار دکھا رہی ہے - غرض کہ منطقہ حارہ کے رنگا رنگ اور شاندار منظر ہر وقت اینک کے پیش نظر رہتے ہیں۔ مگر اسکی آنکھیں جس چیز کو ڈھونڈھتی ہیں یعنی انسان کی موہنی صورت وہی نہیں دکھائی دیتی اور اسکے کان جس پیاری آواز کے مشتاق ہیں وہی نہیں سنائی دیتی ورنہ یوں تو وہ بہت سی آوازیں سنا کرتا تھا۔ ہزاروں طرح کی مرغابیوں کا بولنا - میلوں لمبی لہروں کا پتھریلی چٹانوں سے ٹکرانا - اونچے اونچے درختوں کی سرسراہٹ - تیزی سے بہنے والے چشموں کی جھرجھراہٹ - اینک لب ساحل پھرا کرتا تھا اور اکثر اپنے جھونپڑے میں سمندر کی طرف منہ کئے بیٹھا رہتا تھا۔ ایک ڈوبے ہوئے جہاز کا مسافر کسی جہاز کی آمد کا انتظار کر رہا ہے۔ دن پر دن گزر رہا ہے مگر جہاز نہ آج آتا ہے نہ کل - ہر روز نکلتے ہوئے آفتاب کی روشنی کھجوروں کے درختوں ہنسراج کے پودوں اور اونچی اونچی ڈھالوان پہاڑیوں کے بیچ سے سرخ ستونوں کی شکل میں نمودار ہوتی ہے - پھر سمندر کے مشرقی حصے پر پڑتی ہے - پھر اس جزیرہ پر

ٹھیک سر پر - پھر سمندر کے مغربی حصے پر - پھر آسمان پر تارے نکلتے ہیں سمندر کا شور بڑھ جاتا ہے اور پھر وہی نکلتے ہوئے آفتاب کی روشنی کے سُرخ ستون - مگر جہاز کا کہیں پتہ نہیں - بیچارہ اینک اکیلا بیٹھا ہوا چپ چاپ اِدھر اُدھر دیکھا کرتا تھا - ایسا بے حس و حرکت بیٹھتا تھا کہ سنہری چھپکلیاں اکثر اُس کے اوپر چڑھ جاتی اور مزے سے بیٹھی رہتی تھیں - بہت سی خیالی چیزوں سے بنا ہوا ایک خیالی منظر ہر وقت اسکے دل میں بسا رہتا تھا اور اُسکی نظروں کے سامنے متحرک دکھائی دیتا تھا - یا وہ خود اپنے آپ کو اُن لوگوں - اُن چیزوں اور اُن مقامات میں چلتا پھرتا ہوا دیکھتا تھا جنھیں اُسنے خط استوا کے اُس پار دور دراز کے ایک مقابلتہً تاریک[1] جزیرہ میں دیکھا تھا اور جن سے وہ بخوبی واقف تھا - وہ اپنے بچے - وہ ان کے ادھورے الفاظ - وہ اپنی - وہ اپنا چھوٹا سا مکان - وہ اوپر کو چڑھتی ہوئی

---

[1] یعنی انگلستان - جس جزیرے میں اینک تھا وہ منطقہ حارہ میں واقع تھا جہاں دھوپ انتہا کی تیز ہوتی ہے اور مطلع صاف رہتا ہے برخلاف اسکے انگلستان میں دھوپ بہت ہلکی ہوتی ہے اور اکثر بادل چھائے رہتے ہیں - اسلئے اُس جزیرے کے مقابلے میں انگلستان تاریک جزیرہ کہا گیا -

سڑک[1]۔ وہ پن چکی۔ وہ پتیوں[2] سے پٹی ہوئی گلیاں۔ وہ یو کے[3] طاؤس نما درخت۔ وہ تنہا محل[4]۔ وہ گھوڑا جسے خود ہانکتا تھا۔ وہ کشتی جو اس نے بیچ ڈالی تھی۔ وہ نومبر[5] کے دانت کٹ کٹا دینے والے تڑکے۔ وہ شبنم پوش نیلگوں ٹیلے وہ مینہ کے ہلکے ہلکے چھینٹے[6]۔ وہ خشک پتیوں کی بو۔ اور وہ آسمانی رنگ کے سمندر کی دھیمی دھیمی آواز۔

ایک دن خوشی کے گھنٹوں[7] کی آواز اس کے کان میں آئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ وہ بڑی دور سے اپنے محلے کے کلیسا کے گھنٹوں کی ٹن ٹن سُن رہا ہے۔ اس آواز کو سُنکر وہ نہ معلوم کیوں چونک پڑا اور کانپ اُٹھا اور جب اُسنے اپنے آپ کو پھر اُس خوش منظر مگر نفرت انگیز جزیرے میں پایا تو یقیناً وہ تنہائی میں گھٹ گھٹ کر مرجاتا اگر اُس ذات سے اپنا

---

[1] دیکھو صفحہ ۱ سطر ۵

[2] [3] [4] دیکھو صفحہ ۱ سطر ۵-۶-۷۔

[5] ہندوستان میں ماہ نومبر میں جاڑے کی ابتدا ہوتی ہے اور انگلستان میں اس مہینے میں انتہا کی سردی ہوتی ہے۔

[6] منطقہ حارہ میں بہت زور سے پانی برستا ہے اور انگلستان میں جو منطقہ معتدلہ میں واقع ہے ہلکے ہلکے چھینٹے پڑتے ہیں۔

[7] دیکھو صفحہ ۳۲ سطر ۱۔

درد دل نہ کہہ دیتا جو ہر جگہ موجود ہے اور جس سے باتیں کرنے والے کہیں بھی خود کو بالکل تنہا نہیں سمجھتے۔

—۔۔(۱۷)۔۔—

اینگ کے سر پر سے جسکے بال قبل از وقت سفید ہو گئے تھے گرمی اور بارش کے موسم یکے بعد دیگرے گزر رہے ہیں۔ اپنے یگانوں کے دیدار کی امید اور اپنے پیارے وطن کی مقدس سرزمین کی سیر کا اشتیاق ابھی دل سے نہ نکلا تھا کہ اسکی سزاے تنہائی کا یکایک خاتمہ ہو گیا۔ ایک اور جہاز "گڈ فارچون"[1] کی طرح باد مخالف کے تھپیڑوں سے منزل مقصود کے رستے سے ہٹ کر اس بے نام ونشان جزیرے کی طرف آنکلا۔ جہاز پر پانی کی ضرورت تھی لہٰذا اس جزیرے کے قریب ٹھہرایا گیا۔ سویرے کا وقت تھا۔ جزیرے پر غلیظ کہرے کا ایک غلاف چڑھا ہوا تھا۔ اُسکے ایک شگاف میں سے ناخدا نے پہاڑیوں پر سے ایک چشمہ بہتا ہوا دیکھا جسکی آواز دوری کی وجہ سے سُنائی نہ دیتی تھی۔ بہت سے لوگ اُتر پڑے اور دریا یا چشمے کی تلاش میں منتشر ہو گئے۔

---

[1] (Good Fortune اس جہاز کا نام جس پر اینگ روانہ ہوا تھا۔

ان کے شور غل سے ساحل بحر گونج اُٹھا۔ اتنے میں ایک پہاڑی درے سے ایک شخص بھورے رنگ کا۔ بالکل اکیلا۔ لمبی لمبی جٹائیں رکھے۔ بڑی سی داڑھی لٹکائے۔ جو بمشکل انسان کہا جاسکتا تھا۔ عجیب وغریب پوشاک میں لپٹا ہوا۔ پاگلوں کی طرح بکتا بڑبڑاتا جھنجھلاتا اور کچھ اشارے کرتا ہوا اُترا۔ مگر وہ لوگ نہ تو اسکی باتیں سمجھ سکے اور نہ اشاروں ہی کا مطلب انکی سمجھ میں آیا۔ تاہم وہ انھیں اس مقام تک لیگیا جہاں میٹھے پانی کے چشمے جاری تھے۔ اینک جہاز والوں سے جو مِلا اور انکی باتیں جو سُنیں تو اس کی زبان جو برسوں سے بند تھی آخر کھُل چلی یہانتک کہ وہ لوگ اسکی باتیں سمجھنے لگے اور جب انکے پیپے بھر گئے تو وہ اسکو بھی جہاز پر لیگئے۔ رُک رُک کر ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اس نے اپنی سرگزشت بیان کی۔ پہلے تو کسی کو یقین ہی نہ آتا تھا مگر رفتہ رفتہ سُننے والوں کا تعجب اور اینک کے ساتھ ہمدردی بڑھتی گئی۔ انھوں نے اسکو پہننے کے لئے کپڑے دئے اور مُفت میں وطن پہنچا دینے کا وعدہ کیا۔ اینک اکثر دوسروں کے ساتھ کام میں مصروف رہنے لگا کہ تنہائی اور بیکاری کی

عادت چھوٹ جائے۔ جہاز پر اُسکے ملک کا کوئی آدمی نہیں۔ اور
جو کچھ جاننے کے لئے وہ بیتاب ہے اسکے متعلق کسی سوال کا جواب
کوئی نہیں دیسکتا۔ جہاز بھی سمندر میں چلنے کے قابل نہیں رہا تھا
لہٰذا وہ بہت ٹھہر ٹھہر کر جا رہا ہے۔ سفر دو بھر ہو گیا ہے اینگ کا خیال سست خرام
جہاز سے پہلے ہی وطن ہو آیا۔ آخر ایک دن سویرے تڑکے جب کہ
چاند کے پُر نور چہرے پر ابر کی نقاب پڑی ہوئی تھی اینگ نے
انگلستان کی خوشگوار ہوا میں سانس لی۔ ساحل انگلستان کے
قریب جو چھوٹی مٹی کی دیوار سی بنی ہوئی تھی دھواں دھار کُہرے
میں اس نے ایک مہیب صورت اختیار کر لی تھی۔ اُسی صبح کو
جہاز کے عہدہ داروں اور مسافروں نے اُس بیکس کی حالت پر
رحم کھا کر آپس میں چندہ کر کے اُسے کچھ رقم دی اور ساحل پر پہنچکر
اُسی بندرگاہ پر اُسے اُتار دیا۔ جہاں سے وہ کئی برس پہلے روانہ ہوا تھا۔

—— "(۱۸)" ——

کہتے ہیں ہے مکاں کو مکیں سے شرف اسد
مجنوں جو مر گیا ہے تو جنگل اُداس ہے
غالب

اینک نے وہاں کسی سے ایک بات بھی نہ کی سیدھا گھر کی طرف۔ گھر! کیسا گھر؟ کیا اس کے بھی کبھی گھر تھا؟ ہاں اپنے گھر کی طرف چلا۔ سہ پہر کا وقت تھا۔ مطلع صاف تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ مگر سردی شدت کی تھی۔ تھوڑی دیر بعد پہاڑی چٹانوں کے اُن دو شگافوں میں سے جنمیں ہوکر دونوں بندرگاہوں سے سمندر تک راستہ گیا ہے بخارات اُٹھنا شروع ہوئے اور تمام دُنیا پر سیاہی مائل پوشش سی پڑگئی۔ اینک کو اپنے سامنے والی سڑک بالکل دکھائی نہ دیتی تھی۔ البتہ داہنے بائیں خزاں رسیدہ جھاڑیوں۔ کھیتوں اور سبزہ زاروں کی پتلی سی چٹ نظر آرہی تھی۔ اور قریب کے ایک برہنہ درخت پر روبن[ل] اپنا غمناک نغمہ سُنارہی تھی۔ کہرا جتنا گہرا ہوتا جاتا تھا اتنی ہی تاریکی بڑھتی جاتی تھی آخر کار ایک بڑی روشنی دکھائی دی جو کُہرے کی وجہ سے دھندلی معلوم ہوتی تھی۔ اینک وہیں جا پہنچا۔ اسکے دل پر آنے والی مصیبتوں کا عکس پڑ رہا تھا اور وہ اُس لمبی سڑک پر

ل (Robin) یورپ کی ایک چھوٹی سی خوبصورت اور خوش آواز چڑیا۔

آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا سڑک کے پتھروں پر نظر جمائے ہوئے
چلا جا رہا تھا۔ چلتے چلتے وہ اُس مکان پر پہنچا جہاں اینی رہتی تھی اور
اس سے محبت کرتی تھی اور جہاں عیش و عشرت کے اُن سات برسوں
میں جنکو گزرے ہوئے ایک مُدت ہو گئی اُسکے بچے پیدا ہوئے تھے۔
مگر وہاں نہ کوئی روشنی تھی اور نہ کسی کی آواز سُنائی دیتی تھی۔ اتنے میں
اس مکان کے بکنے کا اشتہار چسپاں دکھائی دیا۔ وہ سڑک کے اتار
کی طرف رینگتا ہوا چلا اور دل میں کہنے لگا "مر گئے یا میرے حسابوں
مر گئے۔" چلتے چلتے وہ لنگر گاہ اور تنگ گھاٹ تک پہنچا۔ وہ ایک سرائے
کی تلاش میں تھا جسے وہ مدت سے جانتا تھا۔ وہ ایک نہایت پُرانا
کرم خوردہ انتہا کا بوسیدہ مکان تھا اسکا سامنے کا رُخ لکڑی کی آڑی
کھڑی دھنیوں سے بنا ہوا تھا۔ اور جا بجا اُڑانے لگے ہوئے تھے۔
اس نے سوچا کہ وہ ابتک گر گرا کر برابر ہو گیا ہو گا۔ مگر نہیں اس کا
مالک البتہ مر چکا تھا اور اسکی بیوی مریم لین[۱] اس پر قابض تھی جسکی
آمدنی روز بروز گھٹتی جاتی تھی۔ وہ مکان جو ایک زمانے میں ملاحوں کے

---

[۱] Miriam Lane

شور و غل سے گونجتا رہتا تھا آج خاموش ہے۔ مگر اب بھی بھولے بھٹکے مسافروں کو یہاں ایک پلنگ مل سکتا ہے۔ اینک نے یہاں کئی دن خاموشی کے ساتھ گزارے۔ مریم لین ایک نیک نہاد اور باتونی عورت تھی وہ اکثر اینک کے پاس آ بیٹھتی اور اُس بندرگاہ کے واقعات بیان کیا کرتی تھی۔ اینک کے بال سفید ہو گئے تھے۔ کمر جُھک گئی تھی اور وہ اسقدر ضعیف ہو گیا تھا۔ کہ مریم اسکو پہچان نہ سکی اور اس لاعلمی کی حالت میں اسنے اینک کے گھر کا سارا قصہ کہہ سُنایا۔ اس کے بچّہ کی موت۔ بیوی کی روز افزوں مفلسی۔ فلپ کا اس کے بچّوں کو مدرسے میں داخل کرانا۔ اینی کے ساتھ شادی کرنے کے لئے مدتوں کوشش کرنا۔ اسکا رفتہ رفتہ بہت دنوں میں راضی ہونا۔ دونوں کی شادی فلپ کے بچّے کی پیدائش۔ اینک کے چہرے پر کوئی تغیر کوئی جذبہ ظاہر نہیں ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے دل پر اس قصّے کا اتنا اثر بھی نہیں پڑا جتنا بیان کرنے والی کے دل پر پڑ رہا تھا البتہ جب اس نے اپنے بیان کے اختتام پر کہا کہ "بیچارہ اینک

ڈوب کر مر گیا" تو اس نے اپنا سفید بالوں والا سر نہایت افسوس کے ساتھ ہلایا اور ان الفاظ کو دہرایا "ڈوب کر مر گیا" اور پھر اسکے دل سے یہ آواز پیدا ہوئی "مر گیا"۔

— "(۱۹)" —

میں نامراد دل کی تسلّی کو کیا کروں
مانا کہ اُس کے رُخ سے نگہ کامیاب ہے
(غالب)

اینک کو اینی کے دیکھنے کا بیحد اشتیاق تھا۔ "کاش میں اسکی پیاری صورت پھر دیکھ سکتا اور یہ جان لیتا کہ وہ خوش ہے" یہ تمنّا اُس کے دل میں بس گئی تھی اور اسکو ستاتی رہتی تھی اور آخر کار اُسے اُبھار اُبھار کر پہاڑی پر لیگئی۔ نومبر کے مہینے کا سنسان دن قریب ختم ہے۔ شفق پھولی ہوئی ہے۔ شام ہونے کو ہے۔ اس وقت سنّاٹا اور بڑھ گیا ہے۔ اینک پہاڑی پر بیٹھا ہوا نیچے کی ہر چیز کو غور سے دیکھ رہا ہے۔ ہزاروں باتیں یاد آرہی ہیں اور اسکی غمگینی قابل بیان نہیں ہے۔ رفتہ رفتہ روشنی کے اُس آتش رنگ مربع نے جو دور پر فلپ کے مکان کی پشت پر دکھائی

میں سے ا چمک رہا تھا اور گھر والوں کی خوشحالی کی خبر دے رہا تھا
اینگ کو اپنی طرف کھینچا کہ وہ دیوار سے سر ٹکرا ٹکرا کر اپنی بے مزہ
زندگی کا خاتمہ کر دے۔ جس طرح روشنی کے مینار[1] کا شعلہ اُدھر سے
گزرتی ہوئی چڑیا کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جو اکثر شیشے سے ٹکرا کر
مرجاتی ہے۔ فلپ کا مکان خشکی کی سمت جاتی ہوئی مکانات کی قطار
میں آخری مکان تھا۔ رُخ سڑک کی طرف تھا اور پشت پر چار دیواری
سے گھرا ہوا ایک چھوٹا سا چوکور چمن تھا جسکا دروازہ میدان کی طرف تھا
اس چمن میں یُو کا ایک بہت پُرانا سدا بہار درخت لگا ہوا تھا۔ چاروں طرف
کنکروں کی روشیں بنی ہوئی تھیں اور ایک روش بیچوں بیچ میں تھی۔
اینگ بیچ والی روش سے نہیں گیا۔ دیوار سے لگا ہوا چپکے چپکے جا کر
یُو کے پیچھے چھپ رہا۔ وہاں سے اُسنے بے انتہا رنج کے ساتھ ایسا کچھ
دیکھا جسے نہ دیکھتا تو اچھا ہوتا۔ روغن کی ہوئی میز پر چینی و نقرئی ظروف
چمک رہے ہیں۔ بڑی چہل پہل ہے۔ آتشدان کی داہنی طرف فلپ

[1] رات کے وقت جہاز رانوں کو یہ خبر دینے کے لئے کہ بندرگاہ یا ساحل نزدیک ہے یا
خطرناک مقامات سے ہوشیار کرنیکے لئے سمندر میں جابجا مینار بنادئے جاتے ہیں اور انمیں روشنی کیجاتی ہے۔

بیٹھا ہوا ہے وہی فلپ جسے ایک زمانے میں اینی نے شادی کے قابل نہ سمجھا تھا کیسا موٹا تازہ سُرخ و سفید ہو رہا ہے۔ اسکا بچہ اسکے زانو پر لیٹا ہوا ہے اور ایک کم سن مگر ذرا لمبے قد والی ایپی[له] اپنے سوتیلے باپ پر جُھکی ہوئی ہے۔ اسکے بال کتنے خوبصورت ہیں اور اُسکا قد کیسا بلند ہے۔ ایک فیتے میں انگوٹھی باندھ کر لٹکائی ہے اور بچے کو ڈھکا رہی ہے۔ بچہ اپنے موٹے موٹے گنڈیریاں پڑے ہوئے ہاتھ لپکا لپکا کر اُسے پکڑتا ہے مگر انگوٹھی اُسکے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ یہ دیکھکر سب ہنستے ہیں۔ آتش دان کی بائیں جانب ماں بیٹھی ہوئی اپنے بچے کو برابر دیکھ رہی ہے مگر کبھی کبھی اپنے بلند قامت طاقتور بیٹے کی طرف مڑکر جو اسکے پاس ہی کھڑا ہوا ہے کوئی ایسی بات کہدیتی ہے کہ وہ خوش ہوتا ہے اور مسکراتا ہے۔

—"(۲۰)"—

زندگی یوں بھی گزر ہی جاتی
کیوں ترا راہگزر یاد آیا تو (غالب)

جب عروہ نے زندہ ہوکر اپنی بیوی کو اپنی بیوی نہ پایا۔ اُس بچے کو

له - یعنی اینگ کی بیٹی - دیکھو صفحہ حاشیہ ۲

اپنے باپ کے زانو پر دیکھا جو اُسکی بیوی کا تو تھا مگر اسکا نہ تھا۔ گھر کی
تمام خوشحالی اور امن و اطمینان پر نظر کی۔ اپنے بچّوں کو حسین و
جوان پایا اور اُس دوسرے شخص کو دیکھا جو اسکی جگہ راج کر رہا تھا
اور اسکے حقوق اور اسکے بال بچّوں کی محبّت کا مالک بن بیٹھا تھا تو اسپر
لرزہ سا چڑھ آیا۔ گو کہ مریم لین اس سے سب کچھ کہہ چکی تھی مگر
شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ اینک کے پیر لڑکھڑانے لگے۔ اسنے
درخت کی ایک شاخ پکڑ لی اور اس خوف سے کہ کہیں ایک تیز اور خطرناک
چیخ اسکے منہ سے نہ نکل جائے جو صور اسرافیل کی طرح ایک لمحے میں
اُس گھر کی خوشحالی کو خاک میں ملادے۔ وہ آہستہ آہستہ چوروں
کی طرح پلٹا کہ ناہموار کنکر پاؤں کے نیچے شور نہ کریں اور دیوار پکڑے پکڑے
پھاٹک تک رینگتا ہوا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور لوگ
اسے دیکھ لیں۔ جسطرح کسی مریض کے کمرے کا دروازہ کھولتے اور بند
کرتے ہیں اسی طرح اس نے آہستہ سے پھاٹک کھولا اور بند کیا اور
میدان میں نکل آیا۔ وہاں وہ دعا کے لئے گھٹنوں* کے بل کھڑا ہونا چاہتا

---

*عیسائیوں میں یہ دستور ہے کہ دعا مانگتے وقت زمین پر گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہوتے ہیں۔

تھا مگر فرطِ ضعف سے مُنہ کے بل گر پڑا۔ اپنی اُنگلیاں نم زمین میں گاڑ دیں۔ اور دعا مانگنے لگا۔ "کس دل سے یہ باتیں برداشت کروں۔ آخر مجھے اُس جزیرے سے یہاں کیوں لے آئے۔ اے قادرِ مطلق خُدا اور اے بابرکت منجی[1]! تو نے اُس سنسان جزیرے میں مجھے ڈھارس دی تو ہی اے باپ[2] اس تنہائی میں کچھ دن اور مجھے سہارا دے۔ میری مدد کر مجھے اتنی طاقت دے کہ مَیں اُس[3] سے کچھ نہ کہوں اور کبھی اس پر اپنا حال ظاہر نہ کروں۔ اتنی مدد کر کہ میں اسکے امن و آرام میں خلل انداز نہ ہوں۔ مگر میرے بچے! کیا مَیں ان سے بھی نہ بولوں۔ وہ تو مجھے جانتے بھی نہیں۔ کیا مَیں اپنے آپ کو پہچنواؤں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اپنے بچّوں کو پیار کرنا میری قسمت میں نہیں ہے۔ میری لڑکی کسقدر اپنی ماں سے مشابہ ہے اور لڑکا میرا بیٹا معلوم ہوتا ہے۔" اس مقام پر آواز۔ خیال۔ حواس۔ سب نے تھوڑی دیر کے لئے جواب دے دیا اور وہ بے ہوش ہو کر

---

[1] منجی = نجات دینے والا۔ عیسائی لوگ حضرت عیسیٰ کو اس لقب سے یاد کرتے ہیں کیونکہ وہ گناہوں سے نجات دلواتے ہیں۔

[2] عیسائی لوگ خدا کو کبھی صرف "باپ" اور کبھی "آسمانی باپ" کہکر پکارتے ہیں۔

[3] یعنی اپنی بیوی سے۔

گر پڑا۔ جب ہوش آیا اور اپنے اکیلے مکان کی طرف پلٹا تو اس لمبے
اور تنگ راستے بھر وہ ان الفاظ کو دل ہی دل میں بار بار دہراتا
رہا "اس سے کچھ نہ کہوں اور کبھی اسپر اپنا حال ظاہر نہ کروں"
گویا یہ کسی گیت کا انترا تھا۔ اسکو کچھ بہت غم نہ تھا۔ اسکے مستحکم عہد۔
راسخ اعتقاد اور سب سے بڑھ کر سچے دل سے مانگی ہوئی دعا نے
اسکا دل مضبوط کر دیا تھا۔ وہ مشکلاتِ زندگی سے برسرِ پیکار تھا
اور تلخ دنیا میں یوں زندہ دل تھا۔ جسطرح شور سمندر میں آب شیریں
کے چشمے۔ اُس نے مریم سے پوچھا کہ اُس پن چکی والے کی بیوی کو
جسکا تم نے ذکر کیا تھا کیا ذرا بھی یہ خوف نہیں ہے کہ شاید اُسکا
پہلا شوہر زندہ ہو۔ مریم بولی۔ "ہا! ہا! بیچاری کو خوف تو بہت
ہے۔ اگر تم اس سے کہدو کہ تم نے اسکو مردہ دیکھا ہے تو اُسے تسکین
ہو جائے" وہ دل میں کہنے لگا "جب میں خدا کے یہاں پہنچ جاونگا
تو اُسے خود معلوم ہو جائیگا۔ میں اُسکے مقرر کیئے ہوئے وقت کا منتظر
ہوں"۔ اینک کو خیرات خوری سے نفرت تھی۔ لہذا اپنی گزراوقات
کے لئے وہ محنت مزدوری کرنے لگا وہ سبھی کام تو کر سکتا تھا۔ پیسے

بناتا تھا۔ بڑھئی کا کام کرتا تھا۔ ملّاحوں کو مچھلیاں پکڑنے کے جال بنا دیتا تھا یا اُن لمبی لمبی کشتیوں پر مال لادتا اُتارتا تھا جو اُس زمانے کی محدود تجارت کا اسباب لاتی اور لے جاتی تھیں۔ اور اس طرح اپنا پیٹ پالنے کے لئے تھوڑا بہت پیدا کر لیتا تھا۔ مگر چونکہ وہ صرف اپنے ہی لئے محنت کرتا تھا۔ اور اسکے کام میں کوئی اُمید شامل نہ تھی لہذا اسمیں کوئی دلچسپی نہ تھی جو اسکی زندہ دلی کا باعث ہوتی۔

—"(۲۱)"—

رہو تم چین سے عہدِ شباب دورِ مستی میں
ہم اپنے سر بلائے گردشِ ایام لیتے ہیں
(حسرت موہانی)

جب ایک سال قریب ختم ہوا اور وہ دن قریب آیا جس دن اینگ واپس آیا تھا تو اسپر ضعف کا غلبہ ہو گیا۔ پہلے کچھ طبیعت خراب ہوئی۔ رفتہ رفتہ کمزوری بڑھتی گئی یہاں تک کہ وہ کام کاج کے قابل نہ رہا گھر میں پڑا رہنے لگا پھر کرسی سے ہلنے کی طاقت نہ رہی اور آخرکار پلنگ سے لگ گیا۔ مگر اینگ اپنی حالت زار سے خوش تھا اب اصل

ڈوبتے ہوئے جہاز کے لوگ ہوا کے تند و خاک آلود جھونکوں کے دامن سے اس کشتی کو آتے ہوئے دیکھکر جس سے اُس زندگی کے بچنے کی اُمید وابستہ ہے جس زندگی سے وہ مایوس ہو چکے ہیں۔ اسقدر خوش نہوتے ہونگے جتنا اینگ موت کو آتے ہوئے دیکھکر خوش ہو رہا تھا۔ کیونکہ موت کے ساتھ ہی سب مصیبتوں کا خاتمہ ہونے والا تھا۔ موت کے خیال میں ایک مسرّت افزا اُمید جھلک رہی تھی۔ اینگ سوچتا تھا کہ میرے مرنے کے بعد اینی کو معلوم ہو گا کہ آخر وقت تک اسکی محبّت میرے دل میں جاگزین رہی۔ اس نے مریم کو بُلایا اور کہا۔

اینگ "مائی! میرا ایک راز ہے۔ مگر قسم لیکر تم کو بتاؤنگا۔ کتاب (انجیل) کی قسم کھاؤ کہ میرے مرنے سے پہلے اُسے ظاہر نہ کرو گی!"

مریم۔ "مرنا! ذرا انکی باتیں سُنو۔ بندۂ خدا میں ذمہ لیتی ہوں کہ ہم لوگ تمھیں اچھا کر کے رہینگے۔

اینگ۔ (ذرا سخت لہجہ میں) نہیں تمھیں انجیل کی قسم کھانا پڑیگی"

مریم نے ڈرتے ڈرتے کتاب کی قسم کھائی اینگ نے اپنی کرنجی آنکھیں

اسکے چہرے پر دوڑا کر کہا۔

اینگ :- "کیا تم اس قصبے کے اینگ آرڈن کو جانتی تھیں"

مریم :- "جانتی تھی؟ میں اُسے دور سے پہچان لیتی تھی۔ ہا! ہا!! مجھے اسوقت اُسکا سڑک پر سے آنا یاد آگیا۔ سر اُٹھائے ہوئے۔ وہ کسی کی پروا نہ کرتا تھا"

اینگ (آہستہ سے غمگین آواز میں) "اُسکا سر اب جھک گیا ہے اور اب کوئی اسکی پروا نہیں کرتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید اب میں تین دن بھی زندہ نہ رہوں۔ میں ہی اینگ آرڈن ہوں"

یہ سُنکر وہ عورت کچھ بے اعتباری اور کچھ وحشت کے ساتھ چیخ اُٹھی "تم آرڈن ہو۔ کیا تم آرڈن ہو۔ نہیں نہیں وہ تو یقیناً تم سے کوئی فٹ بھر لمبا ہوگا"

اینگ :- "میرے خدا نے مجھکو جھکا کر یہ حال کر دیا ہے مصیبت اور تنہائی نے مجھے توڑ دیا ہے۔ خیر تم یقین کرو کہ میں ہی وہ شخص ہوں جسکی شادی .... (دل میں) مگر وہ نام تولے دو مرتبہ بدل چکا ہے (مریم سے) میری شادی اُسکے ساتھ ہوئی تھی جسنے بعد کو فلپ رے کیساتھ نکاح کر لیا۔ ذرا بیٹھ جاؤ اور غور سے سنو"

لے انگریزوں میں دستور ہے کہ جب کسی عورت کی شادی ہو جاتی ہے تو اسکا نام لیکر نہیں پکارتے ہیں بلکہ مسز فلاں یعنی فلاں کی بیوی کہتے ہیں۔ چنانچہ اینی کا نام پہلے مسز اینگ ہوا اور پھر مسز فلپ رے

اسنے اپنے سفر کا حال - جہاز کی تباہی - اپنی تنہائی کی زندگی - اپنا واپس آنا - اینی کو جھانک کر دیکھنا اپنا عہد اور عہد پر قائم رہنا سب کچھ بیان کر دیا - اُس عورت نے جب یہ سُنا تو اسکے جلد نکل آنے والے آنسوؤں کی دھار تیزی سے بہنے لگی بار بار اسکا جی چاہتا تھا کہ وہ فوراً باہر نکلکر اینک آرڈن کی واپسی اور اسکے مصائب کا اعلان بندرگاہ بھر میں کرتی پھرے - مگر عہد سے مجبور اور خوف زدہ ہونیکے باعث ضبط کرنا پڑا اسنے صرف اِتنا کہا۔ "مرنے سے پہلے اپنے بچّوں کو تو دیکھ لو - کیوں آرڈن میں انکو یہاں لے آؤں" اینک نے اسکے الفاظ سُنکر کچھ سکوت کیا اور وہ بچوں کو لانے کے اشتیاق میں اُٹھ کھڑی ہوئی مگر اینک نے کہا۔ "اے عورت آخری وقت مجھے نہ چھیڑ - مرتے دم تک مجھے اپنے ارادے پر قائم رہنے دے - بیٹھ جا - ابھی طاقت گفتار باقی ہے میری باتوں پر دھیان دے اور اُن کو سمجھ - اب میں تجھسے وصیت کرتا ہوں کہ جب تو اُس (اینی لی) سے ملنا تو اتنا کہدینا کہ میں اسکے لئے طلب رحمت کرتا ہوا اور دعائیں مانگتا ہوا اور اسکی محبت دل میں لئے ہوئے مرا - گو کہ ہم دونوں کے درمیان اب ایک دیوار حائل ہو گئی ہے - مگر مجھے

اب بھی اس سے اتنی ہی محبّت ہے جتنی اسوقت تھی جب میرا اسکا
ساتھ تھا۔ اور میری بیٹی اینی سے جو بالکل اپنی ماں کی تصویر
ہے۔ کہنا کہ میری آخری سانس اسکے لئے طلب رحمت کرنے اور
دعائیں مانگنے میں صرف ہوئی ہے۔ اور میرے بیٹے سے کہنا کہ
میں اسکے لئے دعائے خیر کرتا ہوا مرا۔ اور فلپ سے کہدینا کہ
مَیں نے اسکے لئے بھی دعا کی۔ وہ ہمیشہ ہم لوگوں کا بہی خواہ رہا۔
اگر میرے بچے" جو زندگی میں گویا مجھے جانتے ہی نہ تھے مرنے کے
بعد مجھے دیکھنا چاہیں تو انھیں آنے دینا مَیں اب بھی انکا باپ
ہوں۔ مگر اُس (اینی لی) کو نہ آنا چاہئے کیونکہ میری مردہ صورت
اسکی بقیہ زندگی تلخ کر دے گی۔ میرے خاندان سے صرف ایک
ایسا ہے جو میری آنے والی دُنیا میں مجھ سے بغلگیر ہوگا۔ یہ اسکے
بال ہیں۔ اُس (اینی) نے کاٹ کر مجھے دئے تھے۔ مَیں اتنی مدت
تک بہ حفاظت اپنے پاس رکھے رہا اور خیال تھا کہ قبر میں بھی اپنے
ساتھ لیتا جاؤنگا۔ مگر اب میرا خیال بدل گیا۔ کیونکہ مَیں اپنے بچے کو
ہنستے کھیلتے ہوئے دیکھونگا۔ لہذا جب مَیں اس دُنیا سے رخصت ہوجاؤں

تو لو یہ بال اُسی کو دیدینا شاید اُسنے اسکو کچھ تسلّی ہو جائے۔ اسکے علاوہ ان بالوں سے اسکو یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ مَیں کون ہوں"۔ اتنا کہکر وہ خاموش ہو گیا

مریم لین نے سب باتوں کا وعدہ اتنی جلدی کرلیا کہ اسنے ایک مرتبہ پھر اسکے چہرے پر نظر دوڑائی اور جو باتیں وہ چاہتا تھا اسنے پھر کہیں اور مریم نے پھر وعدہ کیا۔ اسکے تیسرے دن رات کو **اینک** بے حس و حرکت غافل پڑا ہوا تھا اسکا چہرہ بے رونق تھا۔ مریم جاگ رہی تھی اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد دوا پلا رہی تھی۔ یکایک سمندر سے اسقدر زور کی آواز آئی کہ بندرگاہ کے سب مکان گونج اُٹھے۔ **اینک** جاگ پڑا۔ اُٹھ بیٹھا۔ اپنے ہاتھ پھیلا دئے اور بڑی زور سے چیخا۔ "جہاز! جہاز! مَیں بچ گیا"۔ یہ کہکر وہ پھر پلنگ پر گر پڑا اور ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ اس طرح وہ قوی اور شجاع روح گذر گئی۔ اسکا دفن و کفن اس شان سے ہوا کہ اُس چھوٹے سے بندرگاہ میں شاید ہی کبھی کسی کا ہوا ہو۔

—— ॥ (۲۲) ॥ ——

نیرنگ حُسن و عشق کی وہ آخری بہار
تربت تھی میری اور کوئی اشکبار تھا

(یاس عظیم آبادی)

ختم شد